ادیبہ صدیقی

عہد نبوی ﷺ کے اقطاع وعطایا کے سیاسی اثرات

(۲)

حضور اکرم ﷺ کا اِقطاع وعطایا کا طریقۂ کار

ان سطور میں ہم اس نظام یا طریق کار کا جائزہ لیں گے جس کے تحت رسالت مآب ﷺ قطائع وعطایا عطا فرمایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے مکاتیب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی کو جاگیر عطا کرتے تو اسے باقاعدہ تحریری طور پر دستاویز کے ساتھ دیا کرتے تھے، بل کہ خیبر سے حاصل ہونے والے عطایا کی بھی تحریری دستاویزات ہمیں مصادر میں ملتی ہیں۔ سیرت کے واقعات کے مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اِقطاع کرتے وقت حضور ﷺ کی بارگاہ میں صحابہ کرامؓ کی رائے کو پیش نظر رکھا جاتا تھا اور ان کے مشورے کو اہمیت دی جاتی تھی۔ کئی اِقطاع صحابہ کرامؓ کے رائے کی وجہ منسوخ کیے گئے جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

اس کے ساتھ ساتھ زمین واموالِ غنیمت جو عطایا کی صورت میں عطا کیے جاتے اس کی بھی باقاعدہ پیمائش کا اہتمام کیا جاتا تھا اور ہر چیز ناپ تول کر اور زمین کی حدود متعین کرکے عطا کی جاتی تھی۔ اس طرح یہ ایک طریق کار یا نظام تھا عہدِ رسالت ﷺ میں عطایا وقطائع کی تقسیم کا۔ جس کا اب ہم تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ اُن تمام شرعی احکامات جن کا تعین خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اُس میں کسی انسانی رائے کی گنجائش نہیں ہے کہ علاوہ تمام معاملات خواہ وہ کسی بھی اُمور سے متعلق ہوں یا کسی بھی

نوعیت کے ہوں ،اُن کے بارے میں اپنے اصحابؓ کی رائے ضرور لیتے تھے اور اُن کے مشورے سے ہی زیادہ تر اُمور طے پاتے تھے۔ اگر ان واقعات کا ذکر کرنا شروع کروں جن میں آپ ﷺ نے اپنے اصحابؓ کی رائے کو مان کر اس کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا تو ایک طویل فہرست بن جائے گی۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں نہ صرف صحابہ کرامؓ کو اظہار رائے کی آزادی تھی بل کہ اتنی ہی آزادی اختلاف رائے کی بھی تھی۔ جیساکہ بدر کے موقع پر آپ ﷺ نے پڑاؤ کے لیے جگہ منتخب کی تو حضرت حباب بن منذر بن جموحؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس جگہ قیام جنگی حکمتِ عملی ہے یا حکمِ الٰہی سے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جنگی حکمتِ عملی ہے تو حباب بن منذرؓ نے عرض کیا کہ جنگی حکمت عملی کے موافق یہ مقام درست نہیں۔ آپ ﷺ لشکر کو حکم فرمائیں کہ اُس پانی کے پاس پڑاؤ کرے جو کفار کے نزدیک ہے، تاکہ پانی پر ہمارا قبضہ ہو جائے جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھاری رائے بہت درست ہے اور پھر نبی کریم ﷺ نے ان کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اُسی جگہ پڑاؤ کیا جہاں پانی تھا۔[1]

اسلامی حکومت کے تمام اُمور جن میں پیشتر کا تعلق حربی اُمور سے تھا، مسلمانوں کے باہم مشورے سے طے پاتے تھے۔[2] اسی طرح اِقطاع وعطایا کے متعلق بھی چند واقعات مصادر میں گنے چنے ہی سہی مگر ہمیں مل جاتے ہیں، جن سے ہمیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ اِقطاع وعطایا کرتے وقت مسلمانوں کی رائے کو ترجیح دیا کرتے تھے اور وہ رائے چاہے مرد کی ہو یا عورت کی۔ اگر اِقطاع ان سے متعلق ہوتا آپ ﷺ ان کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے حضرت قیلہؓ کے واقعے کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جس کا ذکر ہم گزشتہ فصل میں کر چکے ہیں کہ کس طرح ایک خاتون کی رائے اور اعتراض کے پیشِ نظر اِقطاع کو روک لیا گیا، کیوں کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ زیرِ غور معاملہ کا مفاد اُس خاتون اور اس کے قبیلے سے بھی وابستہ تھا۔ اس لیے اس کو پورا حق حاصل تھا کہ وہ اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار کرے۔ اور ایسی جاگیر جس کا نفع تمام مسلمانوں سے وابستہ ہو کسی ایک کے لیے خاص نہیں کی جاسکتی۔ اسی لیے اس خاتون کی رائے بارگاہِ رسالت ﷺ میں مانی گئی۔

۱۔ ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ، جزء الثانی، دار الکتاب العربی، بیروت: ص ۲۶۳

۲۔ صدیقی۔ محمد یاسین مظہر، عہدِ نبوی ﷺ کا انتظامیہ، سہ ماہی تحقیقات اسلامی: ص ۱۵، اپریل۔ جون ۱۹۸۵ء

اس کے علاوہ بھی چند واقعات ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اراضی و پیداوار کی تقسیم میں بھی صحابہ کرامؓ کی رائے کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ بخاری میں اسی طرح کا ایک واقعہ درج ہے جس میں اشارہ ملتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے مشورے پر بحرین کی جاگیر تقسیم کرتے ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے:

دَعَاالنّبی ﷺ الانصار إنّی أن يُقطِعَ لَهُمُ الْبَحْرِيْن فَقَالُوْا لا إلاَّ أن تُقْطِعَ لِاخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْن مِثْلِهَا قال إمَّا لَا فَاصْبِرُوْا حتّٰی تَلْقُوْنِی (۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا، تاکہ بحرین کا ملک بہ طورِ جاگیر انہیں عطا فرمائیں۔ انصار نے کہا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بھائی مہاجرین کو بھی اسی جیسی جاگیر نہ عطا فرمائیں ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو جب آج تم قبول نہیں کرتے ہو تو پھر میرے بعد بھی صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے ابیض بن جمالؓ کا جنہیں نمک کی کان اُن کے طلب کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا کی اور پھر اُن کے جانے کے بعد لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے اُسے نہ ختم ہونے والا پانی کا خزانہ (نمک کی کان) بخش دی ہے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ان سے واپس لے لی۔ (۴)

یہاں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفاد عامہ کے پیش نظر لوگوں کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے اِقطاع منسوخ فرمایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو نضیر کی پیداوار و اموال حاصل ہوئے تو اُسے بھی تقسیم کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انصار سے مشورہ لیتے ہوئے فرمایا تھا:

تمھارے مہاجرین مسلمان بھائیوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے پاس کسی قسم کا مال واسباب نہیں ہے۔ اس لیے اگر تمھاری مرضی ہو تو تمھاری اور بنو نضیر کی متروکہ املاک کو ملا کر ایک کردیا جائے پھر ان اموال کو تم سب (مہاجرین وانصار) پر تقسیم کردیا جائے۔ اور دوسری

۳۔ بخاری: ج۵، ص۲۰۸۔

۴۔ کتاب الاموال: ج۱، ص۴۴۵

صورت یہ ہے کہ تم لوگ اپنے اموال بدستور اپنے پاس رکھو جب کہ مفتوحہ اراضی کو مہاجرین میں بانٹ دیا جائے۔ اس پر انصار نے کہا۔ یہ اموال جو بنونضیر سے حاصل ہوئے ہیں، آپ ﷺ مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور اس کے ساتھ ہمارے اموال میں سے بھی جتنا چاہیں ہمارے بھائیوں کو عنایت فرمادیجیے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے انصار سے مشورہ کرنے کے بعد بنونضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم فرمائے۔[۵]

یہ چند گنتی کے واقعات ہیں جو مصادر میں ہمیں ملتے ہیں۔ یقیناً نبی کریم ﷺ کے اِقطاع وعطایا ایک قاعدے، حساب اور باہم مشاورت کے بعد دیے جاتے تھے، بل کہ ان واقعات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان عطایا کو دیے جانے کا باقاعدہ طریق کار تھا جو کہ پیائش، مشاورت کرکے باقاعدہ تحریری دستاویز کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف سے عنایت کیا جاتا تھا۔

جب مدینہ منوّرہ میں نئی اسلامی مملکت کا منظم نظام اور آغاز ہوا تو آپ ﷺ نے مملکت کے ساتھ ساتھ وہاں کے انتظامی اُمور کی باگ دوڑ بھی اپنے ہاتھ میں لی۔ تمام امور باقاعدہ طریق کار کے تحت طے پائے جاتے۔ نبی کریم ﷺ جب مسلمانوں میں اموال تقسیم فرماتے تو آپ ﷺ فیاضی ضرور فرماتے تھے۔ لیکن قاعدے اور حساب کے ساتھ۔ اگر آپ ﷺ نے زمینیں اپنے اصحابؓ کو اِقطاع کی اور بے شک انہیں وسعت سے عنایت فرمائیں لیکن اس کے ساتھ ان کی حدود بھی متعین کی، اور باقاعدہ پیائش کا اہتمام کیا۔ اسی طرح آپ خیبر کی زمینوں سے حاصل ہونے والی پیداوار کو بھی باقاعدہ ناپ تول کر عطا کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ پیائش کا ضرور خیال کرتے۔ اس کا اندازہ ہم اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے درختوں اور کنوؤں کا رقبہ پیائش کے ذریعے متعین فرمایا، جیسا کہ آپ ﷺ نے جب کنوؤں کا حریم (رقبہ) متعیّن فرمایا تو اُسے چالیس ہاتھ مقرر فرمایا۔[۶] ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنویں کا حریم (متعلقہ رقبہ) اس کے رستے کی لمبائی کے برابر ہے۔[۷] اسی طرح درخت کے رقبے کے متعلق فرمایا کہ اس کی جڑ سے لے کر جہاں تک اس کی شاخیں پہنچتی ہیں۔[۸] اسی

۵۔ البلاذری، احمد بن یحیی بن جابر۔ فتوح البلدان، مؤسسۃ المعارف للطباعۃ والنشر بیروت: ص ۳۰، ۳۱

۶۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، مکتبۃ المعارف، ریاض: ص ۴۲۴، حدیث نمبر ۲۴۸۶

۷۔ ایضاً: حدیث نمبر ۲۴۸۷

۸۔ ایضاً: باب حریم الشجر، حدیث نمبر ۲۴۸۸

طرح آپ ﷺ نے شہر کا حریم پانچ سو (۵۰۰) ہاتھ مقرر فرمایا[۹] اور جب گلیوں کو کشادہ کرنے کا معاملہ آیا تب بھی آپ ﷺ نے دو جگہوں کے بیچ کا فاصلہ باقاعدہ پیمائش کے ذریعے بتایا، جیسے آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق گلیوں کو اتنا چوڑا رکھا جائے کہ دو لدے ہوئے اونٹ بآسانی آمنے سامنے سے گزر سکیں۔[۱۰] یا آپ ﷺ کا ایک اور قول ہے کہ گلی میں کم از کم سات ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔[۱۱]

ڈاکٹر محمود احمد غازی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اُس زمانے میں گلی کے بیچ کا فاصلہ ہاتھ سے ناپا جاتا تھا اگر ہاتھ کی لمبائی ڈیڑھ فٹ ہے تو اس حساب سے سات ہاتھ سے مراد گلیوں کو تقریباً ساڑھے دس فٹ چوڑا ہونا چاہیے۔[۱۲]

اُس زمانے میں آج کی طرح پیمائش کے پیمانے نہیں تھے کہ اتنے فٹ لمبائی، انچ، چوڑائی وغیرہ۔ آپ ﷺ کی فراست وذہانت کا اندازہ بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے کس طرح درست گلیوں کی پیمائش کا حساب رکھا۔ شہروں کو بڑا کرنے کے بھی آپ ﷺ نے انتظامی امور بھی بہ خوبی انجام دیے۔ جو آج چودہ سو سال بعد بھی اپنی افادیت رکھتے ہیں۔ اور ہم اب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس دور میں ان سہولیات کے نہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کس قدر دور اندیشی سے کام لیتے تھے۔

الف۔ اراضی کی پیمائش

شہروں، گلیوں کی پیمائش کرانے سے یہ بات تو واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اراضی بھی باقاعدہ پیمائش کرکے عطا کرتے اور زمین کی حدود بھی واضح اور متعین کرتے تھے۔ آپ ﷺ زمینیں پیمائش کرکے تقسیم کرتے تھے۔ اس کی دلیل کے لیے ہم ترمذی کی ایک حدیث پیش کرسکتے ہیں جو حضرت علقمہ بن وائلؓ سے مروی ہے۔ وہ اپنے والد حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں:

> أن النبی ﷺ أقطعه أرضا بحضر موت، وبعث معه معاوية ليقطعها إيّاه[۱۳]

۹۔ محمد اسلم ملک۔ رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی۔ ظہیر ایسوسی ایٹس راولپنڈی، ۱۹۸۶ء: ص ۱۲۷

۱۰۔ حمید اللہ۔ خطبات بہاول پور، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد پاکستان ۲۰۰۵ء: ص ۲۰۷

۱۱۔ غازی، محمود احمد۔ محاضراتِ سیرت، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، ۲۰۰۷: ص ۴۰۵

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع السنن، دار الغرب الاسلامی، لبنان ۱۹۹۶ء: ج ۳، ص ۵۸، حدیث، ۱۳۸۱

نبی کریم ﷺ نے ان کو (وائل بن حجرؓ) کو حضر موت میں ایک زمین بہ طور جاگیر دی اور حضرت معاویہؓ کو ان کے ساتھ پیائش کے لیے بھیجا۔

واقدی نے کتاب المغازی میں ایک روایت بیان کی ہے جس سے زمین کی حدبندی اور اس کی حدود کے تعین اور پیائش کا تصوّر واضح ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

مریسیع کی مہم سے واپسی پر مسلم فوج کا گزر نقیع نامی ایک مقام سے ہوا جہاں متعدّد تالاب، گھاس و سبزے کے خوب صورت قطعے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ قطعۂ زمین اپنی سرسبزی اور وسعت کی وجہ سے بہت پسند آیا۔ آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمایا اور اس علاقے کی آب و ہوا اور پانی کی فراہمی کے بارے میں معلومات کی جس پر آپ ﷺ کے علم میں یہ بات آئی کہ گرمی میں یہاں موجود تالاب خشک ہوجاتا ہے، جس پر آپ ﷺ نے حضرت حاطبؓ بن بلتعہ کو وہاں کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس پورے علاقہ یعنی نقیع کو اپنی حمیٰ قرار دے دیا اور اسے مسلمانوں اور اسلامی ریاست کے جنگی گھوڑوں اور اونٹوں کے چرنے کے لیے محفوظ کرلیا۔ آپ ﷺ نے اس کی حدبندی کے لیے حضرت بلالؓ کو ہدایت فرمائی کہ "ایک بلند آواز شخص سے کہو کہ صبح فجر کے وقت ایک پہاڑی پر چڑھ کر اپنی آواز کی انتہائی قوت کے ساتھ پکارے اور وہ چاروں کونے جہاں تک اس کی آواز سنی جائے وہ اس حمیٰ کی حدیں مقرر ہوجائیں گی۔"[۱۴]

اس ضمن میں کچھ واقعات کا ذکر کرتے ہیں جن سے پیائش کے طریقوں کی وضاحت ہوجائے گی۔

ابوداؤد میں حضرت عمرو بن حریثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

خَطَّ لِي رسول الله ﷺ داراً بالمدينة بقوسٍ، وقال: أَزِيْدُكَ، أَزِيْدُكَ[۱۵]

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منوّرہ میں مجھے ایک گھر عنایت فرمایا جسے آپ ﷺ نے اپنی قوس سے ناپا اور فرمایا: میں تجھے اور بھی دوں گا اور بھی دوں گا

۱۴۔ واقدی، محمد بن عمر۔ کتاب المغازی، عالم الکتب، بیروت، ۱۹۸۴ء: ج ۲، ص ۴۲۵

۱۵۔ ابي داود، سليمان بن الاشعث الازدی۔ سنن ابي داود۔ الرسالۃ العالمیۃ، بیروت: ج ۴، ص ۶۶۴، کتاب الخراج والفیئ، باب فی اقطاع الارضین، حدیث ۳۰۶۰

اسی طرح گھوڑا دوڑانے سے بھی زمین کی پیمائش اور حد کا تعین کیا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں دو واقعات ہمیں مصادر میں ملتے ہیں۔ پہلا واقعہ طبقات ابن سعد میں ملتا ہے:

نبی کریم ﷺ نے حضرت جمرہ بن نعمانؓ بن ہوذہ کو وادی القریٰ میں جاگیر اس حساب سے دی کہ کوڑا مانے پر جہاں تک اس کا گھوڑا دوڑ سکتا تھا وہاں تک زمین عطا فرمائی۔ حضرت حمزہ بن نعمانؓ وادی القریٰ ہی میں رہے اور وہیں مکان بنایا۔[16]

دوسرا واقعہ سنن ابی داؤد میں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے:

أن النّبی ﷺ أقطعَ الزبیرَ حضُرَ فرسِہ، فأجری فرسہ حتی قام، ثم رَمی بسَوطِہ، فقال: أعطوہ من حیث بلغَ السَّوطُ[17]

حضرت زبیر بن العوامؓ کو نبی کریم ﷺ نے جاگیر دی جہاں تک اُن کا گھوڑا دوڑ سکا۔ چناں چہ انہوں نے نے اپنا گھوڑا دوڑایا حتی کہ وہ کھڑا ہوگیا۔ تو پھر اُنہوں نے اپنا کوڑا پھینک دیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا جہاں تک ان کا کوڑا پہنچا انہیں دے دو۔

اسی طرح طبقات ابن سعد ہی میں ایک اور پیمائش کا ذکر ہے:

نبی کریم ﷺ نے حضرت راشد بن عبدالسلمیؓ کے لیے تحریر فرمایا کہ آپ نے انہیں رباط کے علاقے میں اتنی زمین عطا کی جتنے رقبے میں دو مرتبہ تیر اور ایک پتھر جاسکے۔[18]

کچھ اور واقعات بھی ہیں جن سے آپ ﷺ کے اراضی کو پیمائش کرکے دینے کا پتہ چلتا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے بنی معاویہ بن جَرْوَل طائیین کے لیے ان کے اسلام لانے سے پہلے کی جائیداد کو بہ حال کرنے کے ساتھ قطعہ بھی عنایت فرمایا کہ بھیڑ چرتے چرتے رات کو جہاں تک پہنچے وہ جگہ ان کی ہے۔[19]

۱۶۔ ابن سعد۔ طبقات الکبریٰ: ج۵، ص ۲۷۳

۱۷۔ ابی داود، سلیمان بن الاشعث الازدی۔ سنن ابی داود، الرسالۃ العالمیۃ، بیروت: ج ۴، ص ۶۶۴، کتاب الخراج والفیئ، باب فی اقطاع الارضیین، حدیث ۳۰۷۲

۱۸۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۳۶

۱۹۔ ایضاً: ص ۲۳۲

بنی جوئن الطائیین اور بنی معن الطائیین

الطائیین کے دو اور قبیلوں کو بھی جب زمینیں عطا کی گئیں، تو اسی طرح کی پیمائش کے ساتھ دی گئیں۔[۴۰] اسی طرح نبی کریم ﷺ نے عوسجہ بن حرملہ کو ذی المروۃ میں جاگیر دی تو باقاعدہ حدود متعین کیں۔ تحریر میں یہ الفاظ اس طرح سے ہیں:

هذا ماأعْطى الرّسول عَوْسَجَةَ بن حرْملة الجهني من ذى المُرْوَة أعطاهُ مَابَيْنَ بَلْكَثة إلٰى المصنعة إلى الجفلات إلَى الجد جبل القِبْلة[۴۱]

رسول اللہ ﷺ نے عوسجہ بن حرملہ کو ذوی المروۃ کا علاقہ عطا فرمایا آپ ﷺ نے انہیں مابین بلکثہ سے مصنعہ جفلات جد جبل قبلہ تک کا علاقہ دے دیا۔

پیمائش کے اس وقت کے رائج پیمانوں سے متعلق محمد اسلم ملک لکھتے ہیں:

بھیڑ کے رات تک چرنے ''تیر کے پھینکنے، یا فلاں مقام سے فلاں مقام تک'' کے پیمانے خواہ آج ہمیں کتنے ہی مضحکہ خیز کیوں نظر نہ آتے ہوں بہ ہر حال زمینوں کو ناپنے کے لیے یہ پیمانے ضرور ہیں۔ اور عرب جیسے بے آب و گیاہ خطوں میں گلہ بان قبائل کے ہاں زمین کی پیمائش کے ایسے ہی پیمانے مروج ہوتے ہیں۔ اس لیے عرب میں بھی ایسے ہی پیمانے رائج تھے، لہٰذا آپ ﷺ نے عرب کے قبائل کو قطعاتِ اراضی دیتے وقت ان کی پیمائش اسی حساب سے بتائی جسے وہ بآسانی سمجھ سکتے تھے۔[۴۲]

ویسے بھی پیمائش کے یہ پیمانے اور طریقے سب فطری ہیں اور یہی پیمانے گزشتہ زمانوں میں رائج تھے۔ آج کل کے زمانے میں چوں کہ نئی نئی چیزیں وجود میں آئی ہیں۔ لہٰذا پیمائش کے نئے پیمانے رائج ہو گئے۔ ورنہ اگر ہم غور کریں تو ہمارے گھروں جو ہمارے بزرگ یا نانیاں دادیاں ہیں وہ پیمائش کے لیے اپنے ہاتھوں، لکڑیوں یا رسّی کو استعمال کرتی ہیں جو کہ برسوں پرانے اور فطری طریقے ہیں۔

۴۰۔ الطبقات الکبریٰ: ص ۲۳۲، ۲۳۳

۴۱۔ ایضاً: ص ۲۳۴

۴۲۔ محمد اسلم ملک۔ رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی، ص ۱۲۸

مذکورہ بالاواقعات کے ذکرکرنے سے یہ بات تو ثابت ہوجاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اِقطاع قاعدے اور حساب سے کرتے تھے اور باقاعدہ اراضی کوپیمائش کر کے اسے عطاکیاکرتے تھے۔

ب۔عطایاکی پیمائش

جیساکہ ہم پچھلی بحث میں واضح کرچکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جس طرح اراضی وغیرہ کی پیمائش کااہتمام کرتے تھے اور کوئی کام بے قاعدہ اور بے حساب نہیں کرتے تھے توظاہر ہے کہ جتنے عطایاوہ عطاکرتے اُسے بھی لازماناپ تول کراور ایک حساب اور قاعدے سے عطاکرتے تھے۔امام ابوعبید کہتے ہیں:

وَجَدْناالآثار قد نقلت عن النبی ﷺ وأصحابه والتابعین بعدهم بثمانية أصناف من المكاييل: الصاع، والمد، الفرق، والقسط، والمدية، والمختوم، والقفيز، والمكوك، اِلاَّ أعظم ذلك فی المَد والصاع [۲۳]

تمام روایات کے مطالعے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ پیمانے جن کاتذکرہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث وروایات میں ملتا ہے وہ آٹھ ہیں: صاع، مد، فرق، قسط، حدی، مختوم، قفیز، مکوک۔ تاہم ان میں سے اہم مداور صاع ہیں۔

احادیث مبارکہ میں ایک اور پیمانے کاذکربھی بارہا ملتا ہے جسے "وسق" کہتے ہیں۔ایک وسق ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے۔یہ ایک اونٹ لادنے بھر کاوزن ہوتاتھاجوگیہوں کے وزن کے اعتبار سے ۱۳۰کلو۵۰۰گرام یعنی تقریباًساڑھے تین من ہوتاتھا[۲۴]

جب کہ ایک صاع چار "مدوں" کے برابر ہوتاتھایعنی ۵ ۱/۳ رطل یا۲کلو۱۷۶گرام گیہوں کے وزن سے۔[۲۵] اور مد دونوں ہاتھوں سے چلوبھر جووزن میں ۱ ۱/۳ رطل یعنی ۵۴۴گرم تقریباًچھٹانک گیہوں کے وزن کے لحاظ سے ہوتا ہے۔[۲۶]

۲۳۔ابوعبید، قاسم بن سلام۔کتاب الاموال، دارالھدی النبوی ﷺ، مصر ۱۴۲۸:ج۲، ص۱۷۹

۲۴۔ندوی، محمد بن رابع حسنی۔جزیرۃ العرب، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۴۰۴ھ:ص۳۱۷

۲۵۔ایضاً

۲۶۔ایضاً

یہ اس وقت کے رائج پیمانے تھے جس کے مطابق ناپ کر عطایا تقسیم کیے جاتے تھے۔ اب ہم ان عطایا اور ان کی پیمائش کا جائزہ لیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے خیبر سے حاصل ہونے والے اموال کو کس طرح اور کس حساب سے تقسیم کیا وہ آپ ﷺ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اس فرمان میں اموال کے بارے لکھواتے ہیں:

بسم الله الرّحمٰن الرّحيم-

هذا ما أعطى محمد رسول الله: لأبي بكر بن أبي قحافة مائة وسق، ولعقيل بن أبي طالب مائة وأربعين، ولبني جعفر بن أبي طالب خمسين وسقا، ولربيعة بن الحارث مائة وسق، ولأبي سفيان ابن الحارث بن عبد المطلب مائة وسق، وللصلت بن مخرمة بن المطلب ثلاثين وسقا، ولأبي نبقة خمسين وسقا، ولركانة بن عبد يزيد خمسين وسقا، وللقاسم بن مخرمة بن المطلب خمسين وسقا، ولمسطح ابن أثاثة بن عباد وأخته هند ثلاثين وسقا، ولصفيّة بنت عبد المطلب أربعين وسقا، ولبحينة بنت الأرتّ بن المطلب ثلاثين وسقا، ولضباعة بنت الزبير بن عبد المطلب أربعين وسقا، وللحصين وخديجة وهند بني عبيدة بن الحارث مائة وسق، ولأمّ الحكم بنت الزبير بن عبد المطلب ثلاثين وسقا، ولأمّ هانىء بنت أبي طالب أربعين وسقا، ولجمانة بنت أبي طالب ثلاثين وسقا، ولأم طالب بنت أبي طالب ثلاثين وسقا، ولقيس بن مخرمة بن المطلب خمسين وسقا، ولا بنى أرقم خمسين وسقا، ولعبد الرحمن بن أبي بكر أربعين وسقا، ولأبي بصرة أربعين وسقا، ولابن أبي حبيش ثلاثين وسقا،

ولعبد الله بن وهب وابنيه خمسين وسقا، لابنيه أربعين وسقا، ولنميلة الكلبي من بني ليث خمسين وسقا، ولأمّ حبيبة بنت جحش ثلاثين وسقا، ولملكان بن عبدة ثلاثين وسقا، ولمحيصة بن مسعود ثلاثين وسقا.[۲۷]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عطایا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ابوبکر بن قحافہ کے نام سو وسق، اور عقیل بن ابی طالب کے لیے پچاس وسق، ربیعہ بن حارث کے لیے پچاس وسق، ابی سفیان بن الحارث کے لیے تین وسق، ابی نبقہ کے لیے پچاس وسق، رکانہ بن عبدیزید کے لیے پچاس وسق، قاسم بن مخزمہ بن مطلب کے لیے پچاس وسق، مسطح بن اثاثہ بن عباد اور اس کی بہن ہند کے لیے تیس وسق، صفیہ بنت عبدالمطلب کے لیے تیس وسق بحینہ بنت الحارث بن عبدالمطلب کے لیے چالیس وسق، حصین وخدیجہ وھند بنت زبیر بن عبدالمطلب کے لیے تیس وسق، ام ہانی بنت ابی طالب کے لیے چالیس وسق، قیس بن مخرمہ بن عبدالمطلب کے لیے پچاس وسق، ابی ارقم کے لیے پچاس وسق، عبدالرحمن بن ابی بکر کے لیے چالیس وسق، ابی بصرۃ کے لیے چالیس وسق، ابن ابی حبیش کے لیے چالیس وسق، عبداللہ بن وہب اور اس کے بیٹے کے لیے پچاس وسق، اور اس کی بیٹی کے لیے چالیس وسق، بن لیث کے نمیلہ الکلبی کے لیے پچاس وسق، ام حبیبہ بنت جحش کے لیے تیس وسق، محیصہ بن مسعود کے لیے تیس وسق دیا جاتا ہے۔

اسی طرح جنوبی عرب کے ایک صحابی حضرت قیس الیمدانی کو جو عطایا ملا، وہ نصر کے علاقے کے دو سو صاع باجرے اور دو سو صاع زبیب خیوان (خیوان کی سوکھی کھجوریں) پر مشتمل تھا۔[۲۸] اس کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی قبیلہ بنو عریض جو کہ وادی القریٰ میں رہائش پذیر تھا سالانہ عطایا

۲۷۔ حمید اللہ۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ۔ دار النفائس، بیروت ۱۴۰۷ھ: ص ۹۴، وثیقہ نمبر ۱۷

۲۸۔ ایضا: ص ۲۳۳، وثیقہ نمبر ۱۱۲

مقرر فرمایا جو کہ دس وسق گندم، دس وسق جو اور پچاس وسق کھجور پر مشتمل تھا۔[۲۹] اس کے متعلق واقدی بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ تبوک جاتے ہوئے وادی القریٰ میں خیمہ زن ہوئے اور وہاں بنو عریض قبیلہ کے یہود نے آپ ﷺ کی خدمت گرامی میں ہریسہ پیش کیا جسے آپ نے نوش فرمایا۔ اس مہمان نوازی کے عوض آپ ﷺ نے انہیں چالیس وسق کا طعمہ عنایت فرمایا۔[۳۰]

ان واقعات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جتنی بھی حاصل ہونے والی پیداوار کو تقسیم کرتے ان عطایا کو باقاعدہ ناپ کر اور حساب کے ساتھ عطا کیا کرتے تھے۔

انسان کا قلم اور کاغذ کے ساتھ جو رشتہ ہے وہ بہت پرانا رشتہ ہے۔ اگر ہم قدیم تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہی سے لکھنے کا آغاز ہوچکا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے مٹی میں لکھا پھر آگ سے پختہ کیا اور حضرت آدم علیہ السلام نے ہی سب سے پہلے عربی، سریانی اور دوسرے خطوط میں تحریر فرمایا۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان تھے جنہوں نے قلم کا استعمال کیا۔[۳۱]

نبی کریم ﷺ کے دورِ مبارک میں بھی لکھنے پڑھنے کا رواج تھا اور چند اصحاب وہاں پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ جب آپ ﷺ کو ان کے قبیلے کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا اور آپ ﷺ کے تمام قبیلے کے ساتھ مقاطعہ کیا گیا تو اس مقاطعے کی دستاویز کے طور پر ایک صحیفہ لکھا گیا، اور اسے خانہ کعبے کی دیوار کے ساتھ چسپاں کردیا گیا۔ اس واقعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ عرب معاشرے میں دستاویزات تحریر کرنے کا رواج تو دورِ رسالت ﷺ سے پہلے ہی موجود تھا۔ مکہ مکرّمہ میں لکھنے کا رواج تھا لیکن بہت کم تھا، گنتی کے چند لوگ کتابت کا فن جانتے تھے جن کی معاشرے میں بہت قدر و منزلت تھی۔[۳۲] اسی طرح سراقہ بن مالک کے واقعے کو بھی ہم سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے تحریری طور پر امان نامہ عطا فرمایا تھا۔[۳۳]

۲۹۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۹۸، وثیقہ نمبر ۲۰

۳۰۔ واقدی۔ کتاب المغازی: ج ۳، ص ۱۰۰۶

۳۱۔ الحسینی، محمد یوسف مجاہد۔ سیرت وسفارت رسول اللہ ﷺ۔ سیرت مرکز فیصل آباد لاہور ۱۴۱۵ھ: ص ۴۳

۳۲۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۲۶۸

۳۳۔ ابن اثیر، عزالدین ابن الاثیر۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت: ج ۲، ص ۴۱۳

چناں چہ نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورّہ میں اسلامی ریاست قائم کی تو بہ حیثیت سربراہِ ریاست آپ ﷺ کو اپنے فوجی افسروں، امراء، سالاروں، گورنروں، قبائلی سرداروں ملک وبیرون ملک کے حکم رانوں کے نام خطوط وفرامین لکھنے پڑتے تھے۔ آپ ﷺ نے متعدّد عرب، عیسائی، یہودی قبائل سے باہمی تعاون کے لیے تحریری معاہدے کیے۔ بہت سے گروہوں اور افراد کو امان عطا فرمائی اور بہت سے لوگوں کو قطائع وعطایا عطا فرمائے تو ان کے لیے بھی دستاویزات تحریر کروائیں جن کے لیے کاتبوں کے ایک پورے شعبے کی ضرورت تھی۔ رفتہ رفتہ یہی شعبہ پہلے دیوانِ رسالت ﷺ پھر دیوان اِنشا کہلایا۔[۳۴]

آپ ﷺ کے ان مکاتیب وتحریروں کا عرب قبائل بہت احترام کرتے تھے اور یہ مکاتیب ان قبائل اور افراد کے پاس خاندان در خاندان محفوظ رکھی گئیں ہیں۔ ان مکاتیب ورسائل کی علمائے سیر ومغازی کے نزدیک بہت زیادہ اہمیت تھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسے کتابی شکل میں جمع کیا۔[۳۵] ان تحریروں کے مستند ہونے اور ان کی اہمیت کے بارے میں قاضی اطہر مبارک پوریؒ ابن سیرین کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

> رسول اللہ ﷺ اپنے عہدنامے، صلح نامے، قطائع نامے اور اسی قسم کی دوسری تحریروں کو کاتبوں سے املا کراتے تھے پھر اُن کو سن کر توثیق وتصدیق فرماتے تھے۔ اس لیے یہ تحریریں وحی الٰہی کے بعد بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کے مستند ومعتبر ہونے اور ان کی اہمیت کا اندازہ مشہور تابعی امام محمد بن سیرینؒ کے اس قول سے ہوتا ہے:
>
> لَوْكُنْتُ متّخذًا كِتابًا لاتّخَذْتُ رسائل النبى ﷺ
>
> اگر میں حدیث کی کتاب لکھتا تو رسول اللہ ﷺ کے خطوط ورسائل کو ضرور لکھتا[۳۶]
>
> نبی کریم ﷺ کے مکاتیب کا طرزِ تحریر کچھ یوں ہوتا تھا:

۳۴۔ مبارک پوری، قاضی اطہر۔ تدوین سیر ومغازی۔ دار النوادر اردو بازار لاہور: ص ۱۱۱، ۱۱۲

۳۵۔ ایضاً: ص ۱۱۱

۳۶۔ رضوی، سید محبوب، مکتوباتِ نبوی ﷺ۔ ادارۂ اسلامیات لاہور ۱۹۷۸ء: ص ۳۷۔ عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۲۷۱، ۲۸۲

الف: سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم جو سب سے اوپر لکھا ہوا ہوتا۔ (۳۷)

ب: اس کے بعد آپ ﷺ کا اسم گرامی بحیثیت مرسل رسول اللہ ﷺ لکھا جاتا۔ (۳۸)

ج: اس کے بعد مکتوب الیہ کا نام مع اس کے دنیاوی خطاب یا قبائلی القاب کے جس سے اس کی شخصیت واضح ہو جاتی تھی۔ (۳۹)

د: مختصر تمہید کے بعد "امابعد" کا فقرہ آتا تھا جس کا مطلب تھا کہ اب اصل متن شروع ہو رہا ہے۔ (۴۰)

ہ: نامۂ مبارک کا مختصر، پرزور رشتہ الفاظ میں مضمون۔ (۴۱)

م: خط کے مضمون کے بعد "والسلام" کے فقرے کے ساتھ خط کا خاتمہ ہوتا تھا۔ (۴۲)

ن: اس کے بعد کبھی کبھار کاتب کا نام لکھا جاتا تھا۔ (۴۳)

و: اور آخر میں خط پر مہرِ رسالت ﷺ لگائی جاتی تھی۔ (۴۴)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اِقطاع وعطایا عنایت فرمایا کرتے تھے تو باقاعدہ طور پر تحریر کروا کر دستاویزات ساتھ دیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے اِقطاع وعطایا سے متعلق وثائق مختلف مصادر میں ہمیں ملتے ہیں ہم ان وثیقہ جات کا مطالعہ کرتے ہیں، تاکہ یہ بات علم میں آجائے کہ آپ ﷺ نے کن کن قبائل کو یہ عطایا عنایت فرمائے اور ان کی تفصیلات کیا ہیں؟

۳۷۔ مکتوبات نبوی ﷺ: ص ۳۷

۳۸۔ عہدِ نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۲۷۱، ۲۸۲

۳۹۔ ایضاً: ص ۲۷۱

۴۰۔ سید محبوب مکتوبات نبوی ﷺ

۴۱۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۲۷۱

۴۲۔ ایضاً

۴۳۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۲۷۱۔ مکتوبات نبوی ﷺ: ص ۳۷

۴۴۔ اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، مترجم محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی۔ المیزان لاہور پاکستان ۲۰۰۶ء: ج ۲، ص ۳۰۵، باب الباء واللام۔ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، مرکز ہجر للبحوث، والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ قاہرۃ ۱۴۲۹ھ: ج ۱ ص ۶۰۴، حرف الباء قسم الاوّل۔

الف۔ وثائق نامے

۱۔ حضرت بلال بن مزنیؓ

حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کا تعلق قبیلہ مزنیہ سے تھا۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ مزنیہ کا جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ یہ اہل مدینہ میں سے ہیں ان کی رہائش مدینہ منورہ سے باہر تھی، بعد میں بصرہ منتقل ہو گئے۔[۴۵] نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال بن حارثؓ کو قبیلہ کی کانیں عنایت فرمائی جو فرع کے نواح میں تھیں۔ ان کانوں سے برآمدگی پر آج بھی زکوٰۃ نہیں لی جاتی۔[۴۶] ابن سعد کے مطابق نبی کریم ﷺ نے انہیں مختلف قطعاتِ اراضی اقطاع فرمائے تھے۔[۴۷] کتاب الوحی کے مؤلف نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کو اِقطاع عنایت فرمانے کے لیے تین تحریری دستاویزات یا مکتوب عطا فرمائے تھے۔[۴۸] یہ تین مکتوب ہمیں مختلف مصادر میں ملتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

طبقات ابن سعد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال بن حارثؓ کے لیے تحریر فرمایا کہ

بسم الله الرحمن الرحیم۔

لبلال بن الحارث المزنی إنَّ له النخل و جزّعة وشَطْرَهُ ذو المزارع والنحل- وان له ماأصلح به الزرع من قدس- وإن له المضة والجزع والعیلة إن کان صادقًا

کتب معاویة[۴۹]

۴۵۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۶۹، وثیقہ نمبر ۱۶۳۔ قاسم، عون شریف۔ نشاۃ الدولۃ الاسلامیۃ علی عہد الرسول ﷺ ۔ دار الکتب الاسلامیۃ دار الکتب المصری قاہرۃ ۱۴۰۱ھ: ص ۲۳۵

۴۶۔ الطبقات الکبری: ج ۱، ص ۲۳۵

۴۷۔ عیسی، احمد عبدالرحمن۔ کتاب الوحی، دار الولاء المملکۃ السعودیۃ العربیۃ ۱۹۸۰ء: ص ۳۲۲

۴۸۔ الطبقات الکبری: ج ۱، ص ۲۳۷۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۷۰، وثیقہ نمبر ۱۶۴

۴۹۔ عبدالمنعم خان، رسالات نبویہ ﷺ ، کتاب خانہ ہوم ریاست ٹونک راجپوتانہ ۱۳۴۴ھ: ص ۱۰۲۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۶۹، وثیقہ نمبر ۱۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

النحل اور جزعہ اور اُس کا جزوذوالمزارع اور النحل انہیں کا ہے اور وہ آلہ جو زراعت کے لیے مفید وضروری ہو وہ بھی انہیں کا ہے المضہ اور جزاع اور عیلہ بھی انہیں کا ہے بشرطیکہ وہ صادق رہیں

بہ قلم معاویہ

وثیقہ میں تحریر کیے گئے یہ الفاظ کہ إن كان صادقًا سے تو یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان مواضع کی درخواست خود حضرت بلال بن حارثؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہوگی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ إن كان صادقًا یعنی اگر انہوں نے جغرافیائی طور پر زمینوں کے متعلق جو کہا ہے اگر وہ اس پر صادق اور سچے ثابت رہے تو یہ اقطاع ان کے لیے مقرر رہے گا۔

دوسرا وثیقہ

بسم اللهَ الرحمن الرحيم، هذا ما أعطى محمد رسول اللهَ بلال بن الحارث المزني، أعطاه معادن القبلية، جلسيها وغوريها، حيث يصلح الزرع من قدس، ولم يعطه حق مسلم

وكتب ابى بن كعب [٥٠]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عطایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بلال بن حارث کے لیے۔ اسے قبیلہ کے معاون اور اس کے نشیب وبلندی کی اراضی اور قدس کی قابل کاشت اراضی عطا کی ہیں اور اسے (بلالؓ) کسی دوسرے مسلمان کا حق نہیں دیا ہے

محرر: ابی بن کعب

تیسرا وثیقہ

بسم الله الرحمن الرحيم

۵۰۔ نشاۃ الدولۃ الاسلامیۃ علی عہد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: ص۳۵۸

هذا ماأقطع محمد رسول الله ﷺ بلال بن حارث أقطعه ماأصلح للزرع من العقيق

محرر: معاوية[۵۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عطایا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بلال بن حارث کو عقیق اِقطاع کیا گیا اور اس کی پیداوار انہی کی ہوگی۔

محرر: معاویہ

حضرت بلال بن حارثؓ کے اِقطاع کی تفصیل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلیہ کی کانیں اور قدس کے علاقے کی قابل کاشت اراضی انہیں اِقطاع کی تھیں۔ ان کا قطیعہ کافی وسیع رقبہ پر محیط تھا جس میں کھجور کے باغ پیداواری کھیت اور درخت تھے۔[۵۲] قبلیہ موضع فرع کے نواح میں پہاڑ ہے۔ "فرع" جو نخل اور مدینے کے درمیان[۵۳] ایک بستی ہے جو ربذہ کے اطراف میں واقع ہے۔[۵۴] یہ مدینہ منورہ سے ستر (۷۰) اسی (۸۰) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔[۵۵] قبلیہ پہاڑ کی وہ چوٹی ہے جو ینبع اور مدینہ کے درمیان واقع ہے اس کی حدود شام سے لے کر حث تک جو کہ بنو عرک کا پہاڑ ہے وہاں تک ہے۔[۵۶] چوں کہ یہ پہاڑی علاقہ تھا اور ان قطعاتِ اراضی میں معدنیات کی کانیں بھی تھیں یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارثؓ کو عنایت فرمائے تھے۔ آگے چل کر ان کی اولاد نے ان قطعات کا کچھ حصہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاتھ فروخت کردیا۔ کھدائی کے دوران اس زمین سے کان نکل آئی تو ان لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے

۵۱۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۳۷۴

۵۲۔ دیبلی، ابو جعفر (مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ۔فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ مترجم عبد الشہید نعمانی۔ الرحیم اکیڈمی ۱۴۰۶ھ: ص ۶۰۔

۵۳۔ کتاب الاموال: ج ۲، ص ۴۷۵

۵۴۔ جزیرۃ العرب: ص ۲۷۴

۵۵۔ فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ص ۶۰

۵۶۔ رضوی، سید محبوب، مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۲۵۰

عرض کیا کہ یہ زمین ہم نے زراعت کے لیے بیچی ہے اس کے معدن کو ہم نے فروخت نہیں کیا اور دعویٰ کے ثبوت کے طور پر آپ ﷺ کا فرمانِ مبارک دکھلایا۔ اس میں زمین اور اس کے معدن اور پہاڑ کی تصریحات موجود تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمان مبارک دیکھتے ہی آنکھوں سے لگالیا اور بلاتامل معدن کا سب مال ان کے حوالے کیا۔(۵۷)

جہاں تک وادی عقیق کا تعلق ہے تو جزیرۃ العرب میں اس نام کی تقریباً چار وادیاں تھیں جس میں اہم مدینے کی وادی العقیق ہے۔(۵۸) یہ وادی مدینہ منوّرہ کے نواح میں واقع ہے، جس میں چشموں اور کھجوروں کے باغات ہیں(۵۹) یہ وادی مدینہ منوّرہ کے جنوب مغرب سے شروع ہوکر شمال مغرب تک پھیلی ہوئی ہے اور مدینے کی وادیوں کے سنگم مجمع الاسیال نزد زغابہ سے جاملتی ہیں۔(۶۰) بنی کلاب کی وادی کا نام بھی وادیٔ العقیق ہے جو یمن کی طرف منسوب ہے۔(۶۱)

جہاں تک حضرت بلال بن حارثؓ کو اقطاع کرنے کی بات ہے تو قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ وادی نہیں تھی کیوں کہ یہ بھی بات سامنے آئی ہے کہ اس نام کی بہت سی وادیاں جزیرۃ العرب میں موجود ہیں اور بنی کلاب کی بھی وادی عقیق تھی تو غالب امکان یہی ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی دوسرا عقیق کا علاقہ ہو جو حضرت بلال بن حارثؓ کو عطا کیا گیا ہو۔ امام ابوعبید بھی اپنی رائے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فترى أنَّ العقيق من ذلك فقطعها رسول الله ﷺ لبلال- ولم يكن ليقطع ﷺ أحدًا مما أسلموا عليه بطيب أنفسهم- بعض أهل العلماء، إنمّا أقطع رسول الله ﷺ بلال بن حارث العقيق، لأن العقيق من أرض مزنية، ولم يكن لأهل المدينة قط(۶۲)

ہمارا خیال ہے کہ مذکورہ عقیق کا علاقہ اسی قبیل سے ہوگا اور حضور اکرم ﷺ نے وہ حضرت بلالؓ کو جاگیر میں دے دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ یہ نہیں کرسکتے تھے کہ ایک ایسا

۵۷۔ الحموی، یاقوت بن عبداللہ۔ معجم البلدان۔ دار صادر بیروت ۱۹۷۷ء: ج۴ ص۱۳۹، حرف العین
۵۸۔ أیضًا
۵۹۔ شوقی، ابوخلیل۔ اطلس سیرت النبوی ﷺ۔ دار السلام ریاض ۱۴۲۴ھ: ص۱۶۸
۶۰۔ معجم البلدان: ج۴، ص۱۴۰، حرف العین
۶۱۔ کتاب الاموال: ج۱، ص۳۹۸
۶۲۔ معجم البلدان: ج۴، ص۱۳۹، حرف العین

حصہ زمین کا جو اہل مدینہ کی ملکیت ہو اور اُن کے قبولِ اسلام کے بعد وہ ان کی مرضی کے بغیر کسی کو بہ طور جاگیر اقطاع کر دیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقیق کا علاقہ حضرت بلال بن حارثؓ کو اس لیے بہ طور جاگیر دیا کہ عقیق مزنیہ قبیلے کی زمین کا حصہ تھا اور کبھی بھی مدینے والوں کی ملکیت نہیں رہا۔

بلاذری نے بھی اسے بلادِ مزنیہ میں واقع قطعۂ زمین بتایا ہے جسے نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال بن حارثؓ کو اقطاع فرمایا۔[۶۳]

۲۔ جمیل بن رزام العدویؓ کے نام وثیقہ

جمیل بن رزامؓ کے متعلق مصادر میں تفصیل نہیں ملتی۔ اسد الغابہ اور الاصابہ میں بھی ان کے وثیقے کا تذکرہ ہے جو انہیں رسالت مآب ﷺ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ اُسد الغابہ میں اور الاصابہ میں ان کا نام جمیل بن رزام العدوی ہے۔[۶۴] جب کہ طبقات ابن سعد میں یہ رزام العدوی ہے۔[۶۵] نبی کریم ﷺ نے انہیں وثیقہ تحریر کروا کر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھذا مَاأعطَی محمد رسول اللہ ﷺ جمیل ابن رزام العدوی: أعطاہ

الرّمداء لایحاقہ فیھا احد

کتب: علی[۶۶]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ سند ہے اس عطیے کی جو محمد رسول اللہ ﷺ نے جمیل بن رزام العدوی کو دیا۔ میں نے انہیں مقام رمد اعطا کیا کوئی اس میں ان کے ساتھ جھگڑا نہ کرے۔

۶۳۔ اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ج ۲، ص ۴۱۵، باب الباء واللام۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج ۲ ص ۲۳۰، حرف الجیم قسم الاوّل

۶۴۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۳۷

۶۵۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۳۷۔ اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ج ۲، ص ۴۱۵، باب الباء واللام۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج ۲، ص ۲۳۰، حرف الجیم قسم الاوّل

۶۶ فرامین نبوی ﷺ : ص ۶۰

کاتب: علی

رمد

علمائے لغت رمد کے بارے میں متفقہ طور پر یہ بیان کرتے ہیں کہ رمد وہ چشمہ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے حضرت جمیل بن رزامؓ کو عطا کیا۔(۶۷)

۳۔ حضرت حصین بن نضلہ الاسدی

آپؓ کے بارے میں بھی تفصیل مآخذات میں نہیں ملتی۔ صرف اسد الغابہ میں ان کا ذکر نبی کریم ﷺ کے تحریر کردہ وثائق کے حوالے سے کیا گیا ہے(۶۸) نبی کریم ﷺ نے جو انہیں جاگیر عطا فرمائی اس سے متعلق وثیقہ درج ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم-

هذا كتاب من محمد رسول ﷺ لحصين بن نضله الاسدى: إنّ له تَرْمُد وكُتيفه، لا يُحاقه منها أحد-

محرر: مغيرة بن شعبة(۶۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریری فرمان ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حصین بن نضلہ اسدی کو کہ "ترمد" اور کتیفہ (نامی مواضع) ان کو دیے گئے ہیں کوئی شخص اس میں ان کا شریک نہیں۔

محرر: مغیرہ بن شعبہ

اِقطاع کی تفصیل

ترمد و کتیفہ

ترمد و کتیفہ الفاظ کی کتابت میں غلطی ہوئی ہے جس کی تفصیل مکاتیب نبوی ﷺ میں بیان ہوئی

۶۷۔ ابن اثیر، اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد سوم، ص ۵۷۹، باب الحاء مع شین و مع الصاد
۶۸۔ حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۰۴، وثیقہ نمبر ۲۰۴
۶۹۔ دیبلی، ابو جعفر (مکاتیب النبی ﷺ) فرامین نبوی ﷺ، مترجم عبد الشہید نعمانی، ص ۴۰۔۴۱۔

ہے[۷۰] کہ لفظ "ترمد" اور "کتیفہ" کی طباعت میں موجودہ کتابوں میں بڑی تحریف ہوئی ہے۔ اسد الغابہ میں "ترمد" اور "کتیفہ" کی بہ جائے "ثرمد و کنیفاً" طبع ہوا ہے۔[۷۱] الاصابہ میں "صریداً و کنفاً" چھپا ہے[۷۲] جب کہ طبقات ابن سعد میں "ارام وکسّہ" طبع ہوا ہے۔[۷۳] اصل لفظ "ترمد" اور "کُتیفہ" ہے۔

یاقوت الحموی بیان کرتے ہیں کہ ترمد ایک موضع ہے جو کہ بلادِ اسد میں واقع تھا۔[۷۴] جب کہ کتیفہ کے بارے میں وہ بیان کرتے ہیں کہ کتیفہ اُس پہاڑ کا نام ہے جو محجل کے قریب واقع ہے۔ محجل عبداللہ بن غطفان کی وادی کا نام ہے۔ کتیفہ کے بارے میں وہ اپنی دوسری رائے بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق کتیفہ دیار عمر بن کلاب کے ایک چشمے کا نام تھا۔[۷۵]

۴۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کے نام وثیقہ

حضرت زبیر بن عوامؓ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کے فرزند تھے اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔[۷۶] آپؓ پندرہ برس کی عمر میں اسلام لائے اور یہ اسلام میں چوتھے پانچویں شخص تھے۔[۷۷] اسد الغابہ میں ان کی اسلام لانے کی عمر بارہ (۱۲) سال بتائی گئی ہے۔[۷۸] انہوں نے حبشہ اور مدینہ منورّہ دونوں طرف ہجرت کی۔ نبی کریم ﷺ نے جنگِ قریظہ کے آپ کے لیے فرمایا تھا کہ میرے ماں باپ تم پہ فدا ہوں، اور نبی کریم ﷺ نے آپ کے متعلق یہ بھی فرمایا تھا کہ ہر نبی کے کچھ حواری ہوتے ہیں میرے حواری زبیر بن عوامؓ ہیں۔ ان کا نام عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہے۔ آپؓ کے ہزار غلام تھے جو مزدوری کر کے ان کو خراج ادا کرتے تھے مگر وہ ایک درہم بھی اس میں سے

۷۰۔ أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ: ج ۳، ص ۵۷۹، باب الحاء مع شین و مع الصاد
۷۱۔ الاصابہ معرفۃ الصحابۃ
۷۲۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۳۷
۷۳۔ معجم البلدان: ج ۲، ص ۲۶، حرف التاء
۷۴۔ ایضاً: ج ۴، ص ۴۳۷، حرف الکاف
۷۵۔ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۹۸۷، باب الزاء والباء۔ الاصابہ: ج ۴، ص ۱۷، حرف زاء، قسم الاول
۷۶۔ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۹۸۷، باب الزاء والباء
۷۷۔ الاصابہ: ج ۴، ص ۱۷، حرف زاء، قسم الاول
۷۸۔ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۹۸۷، باب الزاء والباء۔ الاصابہ: ج ۴، ص ۱۷۔۲۱، حرف زاء، قسم الاول

اپنے گھر میں نہ لے جاتے بل کہ خیرات کر دیتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے ان کی مدح میں قصیدہ بھی کہا تھا۔ آپؓ جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔(۷۹)

وثیقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
هذا ما أعطى محمد رسول ﷺ الزبير، أعطاه سوارق كله أعلاه و أسفله،
مابين مورع القرية، إلى موقت، إلى حين الملحمة، لا يحاقه فيها أحد۔
كتب: علی (۸۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے زبیر بن عوام کے نام میں نے انہیں سوارق کی تمام اراضی جو کہ موضع مورع اور موضع موقت کے درمیان ہے عطا کی۔ یہ اراضی (بنو نضیر سے) دوبارہ جنگ تک ہے۔ خبردار! کوئی اس میں مداخلت نہ کرے۔

بہ قلم: علی

اِقطاع کی تفصیل

طبقات ابن سعد میں لفظ سوارق کی بہ جائے شواق درج ہے(۸۱) جو کہ صحیح نہیں ہے۔

سوارق

معجم البلدان میں سوارق سے متعلق تحریر ہے کہ سوارق ایک وادی ہے جو سوارقیہ کے قریب مدینہ منوّرہ کے نواح میں واقع ہے۔(۸۲)

۷۹۔ ابن اثیر، اسد الغابہ: مترجم عبد الشکور لکھنوی، جلد سوم، ص ۹۸۷، باب الزاء والباء، ابن حجر، الاصابہ، ج ۴، ص ۱۷، حرف زای، قسم الاول

۸۰۔ حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۱۸، وثیقہ نمبر ۲۲۹

۸۱۔ ابن سعد الطبقات الکبریٰ: ج ۱ ص، ۲۷۳

۸۲۔ حموی، یاقوت بن عبد اللہ، معجم البلدان، جزء الثالث، ص، ۲۷۵، حرف السین، مادہ سوارق

۵۔ بنو عریض

اس قبیلے کا ذکر پچھلی بحث میں گزر چکا ہے۔ بنو عریض ایک یہود قبیلہ ہے۔ یہ وادی قریٰ میں اس مقام پر آباد تھے جو قدیم زمانہ میں عاد و ثمود کا مسکن تھا۔ ان کا پیشہ زراعت اور کھیتی باڑی تھا۔ وادی قریٰ میں انہوں نے زراعت اور آب رسانی کو بڑی ترقی دی تھی۔ ان کے آباد ہونے کے کچھ عرصے بعد قبائل سعد ہذیم بھی نقل مکانی کر کے یہاں آبسے اور ہمسائیگی کی بناء پر بنو عریض کے حلیف بن گئے اس شرط کے ساتھ جو معاہدہ امن میں ایک اہم شرط تھی کہ بنو عریض، سعد ہذیم کو ہر سال غلہ کی مخصوص مقدار ادا کرتے رہیں گے اور اس کے عوض سعد ہذیم دیگر قبائل کے مقابلے میں ان کی حفاظت کریں گے۔

اسلام کے عروج کے بعد جب سعد ہذیم کا وفد جمرہ بن النعمان کی سرکردگی میں آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بنو عریض بھی ان کے ہمراہ تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ تحائف پیش کیے۔ (۸۳) واقدی کے مطابق بنو عریض نے ہریس جو ایک میٹھا پکوان ہے آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ (۸۴)

نبی کریم ﷺ نے جب سعد ہذیم کے سردار جمرہ بن النعمان کو بہ طورِ جاگیر زمین کا قطعہ عطا فرمایا تو یہود بنی عریض پر بھی ازراہِ شفقت یہ احسان فرمایا کہ غلے کی جتنی مقدار یہ سعد ہذیم کو دیا کرتے تھے اتنی ہی مقدار بنو عریض کے لیے بھی بیت المال سے ہر سال ان کے لیے مخصوص کرادی (۸۵) اور یہ فرمان تحریر کروایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا كتاب مِنْ محمد رسول ﷺ لبني عريض طُعمةٌ مِنْ رسول ﷺ عَشَرةأويسقٍ قمحاً وعشرة أويسقٍ شعيرًا في كلّ حَصَادٍ ، وَخَمْسِيْنَ وَسْقًا تَمرًا يُوْفُوْنَ في كلّ عامٍ اجينية لايظْلَمُوْنَ شيئاً

كتب : خالد بن سعيد (۸۶)

۸۳۔ فرامین نبی ﷺ: ص ۶۸، بحوالہ عبد اللہ البکری، معجم استعجم من اسماء البلاد والمواضع

۸۴۔ کتاب المغازی: ج ۳، ص ۱۰۰۶

۸۵ فرامین نبی ﷺ : ص ۶۸، ۶۹

۸۶۔ الطبقات الکبری: ج ۱، ص ۲۷۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے یہودی بنی عریض کے لیے (ان کے لیے) رسول اللہ ﷺ کی جانب سے دس وسق گیہوں، دس وسق جو ہر فصل کی کٹائی کے موقع پر اور پچاس وسق کھجوریں جب بھی کھجوریں توڑی جائیں۔ ہر سال اپنے موسم پر ان کو پوری پوری دی جائیں اور اس دلانے میں ان پر ذرا سا بھی ظلم نہ ہونے پائے۔

کاتب: خالد بن سعید

اس فرمان میں نبی کریم ﷺ نے یہود بنی عریض کے لیے بہ طور خیرات سالانہ غلہ کی مخصوص مقدار مقرر فرمائی تھی۔ آں حضرت ﷺ کے اس عطیے سے غیر مسلموں کے ساتھ آپ ﷺ کی شفقت اور حسنِ سلوک کا بھی پتہ چلتا ہے۔ (۸۷) یہاں جمرہ بن النعمان کا ذکر آیا۔ جنہیں بھی یہ عطایا عنایت ہوئے لیکن اس کی تفصیل کہیں نہیں ملتی۔

۶۔ حضرت ابو جحیفہ وہب السوائی

حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ الخیر السوائیؓ کم عمر صحابی تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو حضرت علیؓ نے انہیں کوفے میں بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا اور تمام جنگوں میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ انہیں مانتے تھے اور قابل اعتماد گردانتے تھے اور آپؓ کو وہب الخیر کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ (۸۸)

وثیقہ سے متعلق

دخلت علی النبی ﷺ فکتب لنا باثنی عشر قلومنا فلما توفی منعناه الناس حتی اجتمعوا (۸۹)

۸۷۔ فرامین نبی ﷺ: ص ۶۸، ۶۹

۸۸۔ اُسد الغابہ: ج ۱۰، ص ۴۶۲، باب الجیم

۸۹۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد۔ معجم الطبرانی۔ مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ مصر سن اشاعت نامعلوم: ج ۲۲، ص ۱۲۷، حدیث نمبر ۳۲۹

حضرت ابوجحیفہ وہب السوائیؓ نے حدیث بیان کی۔ وہ فرماتے ہیں:

ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ہمارے لیے بارہ اونٹیاں لکھ دیں۔ جب آپ ﷺ وفات پاگئے تو ہم نے لوگوں کو منع کردیا (یعنی انہوں نے لینے سے منع کردیا کہ ہمیں اب نہ دیں)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے عطایا سے متعلق دستاویز لکھی گئی ہوگی تبھی انہوں نے لینے سے منع کیا مگر یہ فرمانِ مبارک کسی مآخذ میں ہمیں نہیں ملتا۔

۷۔ حضرت عوسجہ بن حرملہ جہنیؓ

حضرت عوسجہ بن حرملہ بن جزیمہ بن سبر بن خدیجؓ نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے۔ امام بخاری نے انہیں صحابہ میں ذکر کیا ہے۔[۹۰] ابن اثیر کے مطابق یہ فلسطین میں رہتے تھے۔[۹۱] جب کہ الاصابہ میں ذکر ہے کہ شام کے جنگل میں جو صحابی رہتے تھے ان میں یہ بھی شامل تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے انہیں سپاہیوں کا سالار مقرر فرمایا تھا اور مقام ذومروہ بہ طور جاگیر عطا فرمایا۔[۹۲]

حضرت عوسجہؓ کو نماز باجماعت کا بڑا اہتمام تھا۔ ٹھیک دوپہر کے وقت "مروہ" سے چل کر "دومہ" کی مسجد میں آکر جماعت سے نماز ادا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے اہتمام وذوقِ اطاعت دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا:

اے عوسجہ مانگو میں تم کو دوں گا[۹۳]

وثیقہ نبوی ﷺ

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا ما أعطى الرّسول ﷺ عوسجة بن حرملة الجهنى من ذى المروة: أعطاه ما بين بلكثهة، إلى المصنعة، إلى الجفلات الجد جبل

۹۰۔ اُسد الغابہ: ج ۷، ص ۲۶۳، باب العین والواوٴ
۹۱۔ اصابہ: ج ۷، ص ۵۵۱، باب العین والواوٴ
۹۲۔ اسد الغابہ: ج ۷، ص ۲۶۳، ۲۶۴، باب العین والواوٴ۔ الاصابہ: ج ۷، ص ۵۵۱، باب العین والواوٴ
۹۳ایضاً۔

القبلة؛ لا يحاقه فيها أحد؛ ومن حاقه فلا حقّ له وحقه حقّ۔

محرر: (علاء بن) عقبة[۹۴]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے عوسجہ بن حرملہ الجہنی کو جو مقام "ذی المروہ" عطافرمایا یہ اس کی دستاویز ہے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے انہیں مابین بلکثہ سے مصنعہ اور جفلات سے "جد جبل قبلہ" تک دے دیا ہے۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے جو ان سے مزاحمت کرے گا ناحق پر ہوگا حق عوسجہ ہی کا ہوگا۔

محرر: علاء بن عقبہ

اِقطاع کی تفصیل

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے وثیقہ سے اِقطاع کی وضاحت ہوتی ہے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت عوسجہؓ کوذی المروۃ کا جو علاقہ اِقطاع فرمایا اس کی حدود بلکثہ سے مصنعہ اور جفلات سے جد جبل قبلہ تک تھیں۔ اب ہم ان علاقوں کا سرسری جائزہ لیتے ہیں:

ذوالمروہ

ذوالمروہ وادی قریٰ کی ایک بستی ہے۔[۹۵] جوکہ مدینہ منورّہ سے آٹھ برد (آٹھ میل) کے فاصل پر واقع ہے۔ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب غزوۂ تبوک کے لیے جارہے تھے تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تین دن یہاں قیام فرمایا اور یہیں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قبیلہ جہنیہ کے لوگوں کو زمینیں اِقطاع فرمائیں۔[۹٦]

بلکثہ

بلکثہ کو بلاکث بھی پڑھا اور کہا جاتا ہے۔ یہ ذوالمروہ کے قریب واقع تھا۔[۹۷]

۹۴۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۳۴۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۶۳، ۲۶۴، وثیقہ نمبر ۱۵۴

۹۵۔ معجم البلدان: ج ۵، ص ۱۱۷، الحرف المیم، مادہ مروہ

۹٦۔ سمہودی، نور الدین علی بن احمد، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، ۱۴۰۴ھ

۹۷۔ فرامین نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ص ۵۹

یاقوت حموی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بلاکث ذوالمرہ کے اوپر ایک وسیع اراضی تھی۔[۹۸] جب کہ ابن سعد کے مطابق یہ سرزمینِ شام میں واقع ہے۔[۹۹]

مصنعہ یا ظیبہ

ابن سعد نے اسی مقام کو مصنعہ لکھا ہے۔[۱۰۰] جب کہ امام سمہودی اور یاقوت حموی نے اس مقام کے لیے ظیبۃ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ان کے مطابق یہ جہنیہ کا ایک علاقہ تھا جسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عوسجہ بن حرملہؓ کو اِقطاع فرمایا۔[۱۰۱] دیگر اہلِ علم لغت نے بھی اس وثیقہ کے حوالے سے ظیبۃ کا لفظ استعمال کیا ہے لہٰذا ظیبۃ لفظ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

جعلات

اس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکی۔

جبل القبلیہ

اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

بنو شنخ

بنو شنخ کا تعلق قبیلہ جہینہ سے تھا۔[۱۰۲] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی زمین عطا فرمائی تھی اور جو تحریر لکھوائی وہ اس طرح ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا ماأعطى محمدٌ النّبى بنى شنخ من جهنية أعطاهم ما قَطوًّا، منْ صفينة وما حَرَثوا، ومن حاقهم فلاحقَّ له وحَقّهُم حَقّ-

۹۸۔ معجم البلدان، ج۱، ص ۴۷۸، حرف الباء مادہ بلاکثہ

۹۹۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۳۴

۱۰۰۔ ایضاً

۱۰۱۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ: ج۴، ص ۱۲۵۹

۱۰۲۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۳۴

محرر: علاء بن عقبہ[(۱۰۳)]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ دستاویز ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ جہینہ کے بنی شخ کو عطا فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں صفینہ کی وہ زمین عطا فرمائی جس پر اُن لوگوں نے خط لگالیا اور کھیتی کی۔ جو ان سے مزاحمت کرے گا تو اس کا حق نہیں ہوگا اور اُن کا دعویٰ سچا ہوگا۔

محرر: علاء بن عقبہ

اِقطاع کی تفصیل

صُفینہ یہ دیارِ بنی سلیم کے بالائی حصے میں ایک شہر کا نام تھا جہاں کھجوریں کثرت سے ہوتی تھیں۔[(۱۰۴)]

۹۔ اَجب اسلمیؓ

طبقات ابن سعد کے مطابق حضرت اَجب اسلمیؓ بنو اسلم کے ایک فرد تھے جنہیں نبی کریم ﷺ نے قطیعہ عنایت فرمایا تھا۔[(۱۰۵)] جب کہ یاقوت حموی بیان کرتے ہیں کہ بنی اَجب ایک قبیلہ ہے جو بنی عذرہ سے تعلق رکھتا تھا[(۱۰۶)] وہ حضرت عمرو بن حزم کے بیان کردہ وثیقہ کو نقل کرتے ہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنوالاَحب بنوعذارہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مذکورہ وثیقہ درج ذیل ہے:

وثیقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

هذا ما أعطى محمد رسول ﷺ بني الأحب أعطاهم قالسًا

كتب الأرقم[(۱۰۷)]

۱۰۳۔ ایضاً

۱۰۴۔ معجم البلدان: ج۳، ص۴۱۵، حرف الصاد، مادہ صفین

۱۰۵۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۲۳۶

۱۰۶۔ معجم البلدان: ج۴، ص۲۹۹، حرف القاف مادہ قالس

۱۰۷۔ ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے "بنی الاجب" کو دیا اور آپ ﷺ نے ان کو قالس عطا کیا۔

کاتب: ارقم

یاقوت حموی کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کیوں کہ الأحب لغت کی کتابوں میں بھی بہ طور ایک قبیلہ جو کہ بنو عذرہ سے تعلق رکھتا ہے، بیان ہوا ہے۔ (۱۰۸)

اِقطاع کی تفصیل

یاقوت حموی نے قالس کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ وہ موضع ہے جو نبی کریم ﷺ نے بنو الأحب کو اِقطاع فرمایا۔ (۱۰۹)

۱۰۔ راشد بن عبدرب سُلمیؓ کے نام

راشد بن عبدرب سُلمیؓ قبیلہ بنی سلیم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا پہلا نام غاوی بن ظالم تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا نام راشد رکھا۔ (۱۱۰) فتح مکہ کے سال بنی سلیم کا وفد جب نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپؓ بھی شریکِ وفد تھے۔ انہوں نے فتح مکہ، غزوۂ طائف وحنین میں شرکت کی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر آپؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

عرب کی بستیوں میں سے بہترین بستی خیبر کی ہے اور بنی سلیم میں بہترین شخص راشد ہے (۱۱۱)

وثیقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا ما أعطى رسول الله ﷺ راشد بن عبد الرب السُّلمي: أعطاه غَلوتين بسهم، وغلوة بحجر برهاط، فمن حاقّه فلا حقّ له وحقّه حق۔

۱۰۸۔ قاموس المحیط: تاج العروس، مجمع البحرین

۱۰۹۔ معجم البلدان: ج۴، ص۲۹۹، حرف القاف مادہ قالس

۱۱۰۔ أسد الغابہ: ج۳، ص۲۹۷، باب الراء مع الف، راشد بن جعفر

۱۱۱۔ الطبقات الکبری: ج۱، ص۲۶۵

کاتب: خالد بن سعید(۱۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ ﷺ نے انہیں رہاط میں سے اتنی زمین دی جتنے رقبے میں دو مرتبہ تیر جا سکے اور ایک مرتبہ پتھر جا سکے۔ اس میں کوئی ان کا مزاحم نہیں ہوگا اور جو ان سے مزاحمت کرے گا اسے اس کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

کاتب: خالد بن سعید

اِقطاع کی تفصیل

نبی کریم ﷺ نے انہیں مقامِ رہاط عنایت فرمایا۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ اس میں ایک چشمہ بھی تھا جس کا نام ''عین الرسول ﷺ'' تھا۔(۱۱۳)

رہاط بلادِ ہذیل میں واقع ایک وادی ہے جو مکہ مکرّمہ سے تین رات کی مسافت پر واقع تھی۔ یاقوت حموی بیان کرتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ رہاط ہذیل کی ایک وادی ہے۔ مزید وہ ایک رائے بھی عرام کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ رہاط مکہ معظّمہ کے قریب مدینہ منوّرہ کے راستے پر واقع ہے اور یہ وادی نمران میں ہے، وادی رہاط حدیبیہ سے بھی متّصل ہے۔ ایک روایت کے مطابق بنوہذیل کا سواع نامی بت یہیں پر نصب تھا۔(۱۱۴)

۱۱۔ حضرت تمیم بن اوس الداریؓ کے نام

حضرت تمیم بن اوس داریؓ مشہور صحابی ہیں۔ پہلے نصرانی تھے اور فلسطین میں راہب تھے۔ ۹ ہجری میں آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لائے۔ یہ پہلے نصرانی تھے جو اسلام لائے۔ آپؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مسجد نبوی ﷺ میں چراغ جلایا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے جساسہ اور دجال کا قصہ ذکر کیا جسے آں حضرت ﷺ نے منبر پر بیان فرمایا۔ یہ بات ان کے مناقب میں شمار ہوتی ہے۔(۱۱۵)

۱۱۲۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۱۰، وثیقہ نمبر ۲۱۳۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۳۶

۱۱۳۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۶۶

۱۱۴۔ معجم البلدان: ج ۳، ص ۱۰۷، حرف الراء مادہ رھاء

۱۱۵۔ اُسد الغابہ: ص ۳۱۷ حرف التاء تمیم بن اوس، الاصابہ: ج ۲، ص ۹ حرف التاء

آپؓ قبیلہ دارین سے تعلق رکھتے تھے۔ جب دارین کا وفد جو دس افراد پر مشتمل تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وفد میں حضرت تمیم داریؓ اور ان کے بھائی نعیم بن اوس داری بھی شامل تھے۔ یہ وفد خدمتِ اقدس میں دو مرتبہ پیش ہوا۔ ایک مرتبہ ہجرت سے پہلے اور دوسری مرتبہ ہجرت کے بعد۔ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں سرزمینِ شام میں سے کچھ زمینیں عنایت فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا اور کہا کہ جہاں سے چاہو مانگ لو۔ چناں چہ تمیم داری اور ان کے لوگوں نے بیت عینون، جبرون اور اس کے گردو پیش کا علاقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت چمڑے کا ایک ٹکڑا منگا کر اس پر ملکیت کا پروانہ تحریر کروایا اور ان کے حوالے کردیا اور فرمایا ابھی چلے جاؤ۔ جب سنو میں نے مدینہ منوّرہ ہجرت کرلی ہے اس وقت میرے پاس آنا۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منوّرہ ہجرت کی تو یہ وفد دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جاگیر کے وثیقے کی تجدید کی درخواست کی۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرتے ہوئے ایک اور وثیقہ لکھوا کر ان کو دے دیا۔[۱۱۶]

وثیقہ برائے اقطاع

پہلا وثیقہ

یہ وہ وثیقہ ہے جو انہیں ہجرت سے پہلے عطا ہوا اس کا متن کچھ یوں ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم
هذا كتاب ذكر فيه ما وَهبَ رسول الله ﷺ للداريين إذا أعطاه الله
الارض، وَهبَ لهم بيت عيون، وجبرون، والمرطوم وبيت إبراهيم
ومن فيهم إلى الأبد: شهد عباس بن مطلب، ، خزيمة بن قيس
كتب: شرجيل بن حسنة[۱۱۷]

۱۱۶۔ حلبی، علی ابن برہان الدین۔ انسان العوین فی سیرۃ الامین المامون۔ مترجم: محمد اسلم قاسمی، ج۶: ص ۱۵۲۔ ۱۵۳

۱۱۷۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص۱۲۹، ۱۳۰، وثیقہ نمبر ۴۳، رسالات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۲۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر اقرار نامہ ہے جس میں اس علاقے کا ذکر ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درایوں کو دی جب اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سرزمین فتح کرائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان داریوں کو بیت عینون، جبرون، مرطوم اور بیت ابراہیم عطا کر دیں گے۔

محرر: شرجیل بن حسنہ

دوسرا وثیقہ برائے تجدید جاگیر

بسم الله الرحمن الرحيم-

هذا كتابٌ من محمد رسول الله ﷺ لتميم بن أوس الداريّ: إنّ له قرية جبرون وبيت عينون، قريتهما كلهما، وسهلهما وجبلهما، وماءهما وحرثهما، وأبناهما وبقرهما ولعقِبه من بعده، لا يحاقه فيهما أحد، وَلا يلجهما عليهم أحدٌ بظلم فمن ظلم وأخَذ منهم شيئاً، فإن عليه لعنة الله

كتب: على [118]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمیم بن اوس الداری کے لیے ہے۔ عینون کا تمام کا تمام علاقہ اس کا ہے۔ اس علاقے کے پہاڑ اور اس کا پانی اور ان کی کھیتی اور ان کے کنوؤں کے پانی اور ان کے گائے بیل سب ان کے ہی رہیں گے اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے اور نہ اس میں ان لوگوں پر ظلم کر کے داخل ہوں۔ جو ان پر ظلم کرنے کا ارادہ کرے گا ان سے کچھ لے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

محرر: علی

۱۱۸۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۳۰، ۱۳۱، وثیقہ نمبر ۴۴

اِقطاع کی تفصیل

مکتوب کے متن سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ یہ تمام مواضع ملکِ شام کی سرزمین میں واقع تھے۔

عینون

ایک بستی ہے جو شام میں بیت المقدس کے نواح میں واقع ہے۔(۱۱۹)

جبرون

جبرون بیت المقدس سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ ایک گاؤں تھا جہاں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام مدفون ہیں۔ جبرون اب "الخلیل" کے نام سے موسوم ہے۔(۱۲۰) مقدسی نے جو چوتھی صدی ہجری کا ایک نامور سیاح تھا اور بیت المقدس کا رہنے والا تھا اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ جبرون میں ایک مسافرخانہ بنا ہوا ہے۔ اس کے لنگر خانے میں باورچی اور خدام مقرر ہیں جو زائرین کو کھانا پیش کرتے ہیں۔ لنگر خانے کے مصارف جن اوقاف سے پورے کیے جاتے ہیں ان میں رسول اللہ ﷺ کے (ان ہی صحابی) تمیم الداریؓ کا وقف بھی شامل ہے۔ مقدسی کے مطابق اس مسافرخانے کے کھانے کا انتظام اسلامی دنیا میں سب سے بہترین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمیم الداریؓ نے یہ علاقہ بیت ابراہیم علیہ السلام کے زائرین کے خورد ونوش کے لیے وقف کردیا ہو۔(۱۲۱)

۱۲۔ عظیم بن الحارث المحاربی کے نام

حضرت عظیم بن الحارث المحاربیؓ قبیلہ محارب سے تعلق رکھتے تھے۔ محارب بہت بڑا قبیلہ تھا جس کے بہت سے خاندان اور شاخیں ہیں۔ حضرت عظیم کا تعلق خصفہ بن عیلان کی شاخ سے ہے۔ جب

۱۱۹۔ معجم البلدان: ج۴، ص ۱۸۰، حرف العین، مادہ عین

۱۲۰۔ ابو بہلول، غلام الرسول عاکلی نقش بندی. جامع مکاتیب الرسول ﷺ، کاتب پبلشرز، لاڑکانہ پاکستان ۲۰۱۱ء: جلد

۱۲۱۔ ایضاً: ص ۱۹

محارب کے قبیلے کا وفد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو حضرت عظیمؓ اپنے بھائیوں کے ہم راہ اس وفد میں موجود تھے۔[۱۲۲]

وثیقہ

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا كتابٌ من محمد رسول الله ﷺ لعظيم بن الحارث المحاربى، إنّ

له فخًا لايحاقه فيها احدٌ

كتب: ارقم[۱۲۳]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے عظیم بن الحارث المحاربی کے حق میں ہے کہ "فخ"

ان کا ہے۔ اس میں دوسرا کوئی اپنا حق نہیں جتائے گا۔

محرر: ارقم

فخ کے علاوہ بھی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عظیم بن الحارث کو مواضع عطا کیے ہیں۔ ایک اور وثیقہ بھی عظیم بن الحارثؓ کو عطا کیے جانے والے قطیعہ سے متعلق ہے۔

دوسرا وثیقہ

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا كتابٌ من محمد رسول الله ﷺ لعظيم بن الحارث المحاربى أن

له اجمعة من رامس لا يحاقه أحد

كتب: الأرقم[۱۲۴]

۱۲۲۔ فرامین نبوی: ص۲۹

۱۲۳۔ ایضاً: ص۲۷

۱۲۴۔ معجم البلدان، ج۳، ص۱۷، حرف الراء، مادہ رامس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ مکتوب محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عظیم بن الحارث المحاربی کے نام ہے کہ رامس کا چٹیل میدان اور اس کے ریت کے ٹیلے ان کے ہیں۔ اس میں کوئی دوسرا حق نہ جتائے۔

محرر: ارقم

اِقطاع سے متعلق تفصیل

فخ

یہ پانی کا وہ تالاب یا چشمہ تھا جسے آں حضرت ﷺ نے حضرت عظیم بن الحارث رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا[۱۲۵]

رامس

رامس "رمس" کا اسم فاعل ہے جس سے مراد وہ مٹی ہے جسے ہوا اڑا کر لے جائے اور پھر اس سے آثار مٹ جائیں۔ رامس دیارِ محارب میں واقع ایک موضع کا نام ہے۔[۱۲۶] تحریر کے متن سے بھی اس بات کی ضاحت ہوتی ہے کہ دیارِ محارب میں واقع رامس کے چٹیل میدان اور ریت کے ٹیلے حضرت عظیم بن الحارث رضی اللہ عنہ کو عطا کیے گئے تھے"۔

۱۳۔ سعیر بن عداء کے نام

حضرت سعیر بن عداء خزیعی اسد الغابہ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا شمار اہل حجاز میں سے تھا۔ ابن اثیر ان سے متعلق عبداللہ بن یحیٰ بن عثمان کی روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتے کہ میرے پاس سعیر کے بیٹے آئے ان کے پاس محمد رسول اللہ ﷺ کا خط تھا جس میں آپ ﷺ نے الرجیج کا علاقہ حضرت سعیر کو عطا کیا تھا۔[۱۲۷]

۱۲۵۔ معجم البلدان: ج۴، ص ۲۳۸، مادفخ

۱۲۶۔ ایضا: ج۳، ص ۱۷، حرف الراء، مادہ رامس

۱۲۷۔ أسد الغابہ: ج۴، ص ۹۳۷، حرف السین

وثیقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

مِنْ محمد رسول اللہ ﷺ إلی السّعید بن عَدَاء إنّی قَدْ أخفَرْتُکَ الرّجیح وَجَعَلْتُ لَکَ فَضْلَ بنی السّبیل[۱۲۸]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سعیر بن عداء کے نام میں نے تمہیں (مقام) رجیح (الرجیح) کا محافظ بنایا اور مسافر کی رہی ہوئی اشیاء تمہارے لیے کردی۔

اِقطاع کی تفصیل

الرّجیح

الرّجیح حجاز میں واقع قبیلہ ہذیل کا پانی کا تالاب یا چشمہ ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ''ھداۃ'' نامی جگہ کے قریب واقع ہے۔[۱۲۹]

۱۴۔ سلمہ بن مالک بن ابی عامر السلمی کے نام

طبقات ابن سعد میں ان کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ ان کا تعلق بنی حارثہ سے تھا۔[۱۳۰] ابن سعد نے طبقات الکبیر اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ان کے جن وثائق کو بیان کیا ہے جن میں الگ الگ قطائع کا ذکر ہے جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان کو ایک سے زیادہ قطعہ زمین عنایت ہوئے ہیں۔

پہلا وثیقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۲۸۔ الطبقات الکبری: ج۱، ص ۲۴۳

۱۲۹۔ معجم البلدان: ج۳، ص ۲۷، حرف الراء مادہ رجیح

۱۳۰۔ الطبقات الکبری: ج۱، ص ۲۳۶

هذا ماأقطع محمد رسول الله ﷺ سلمة بن مالک: القطعة مابين الحباطی الٰی ذات ذالاوساد، فمن حاقه فهو مبطل وحقه حق[۱۳۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن مالک کو عنایت کی ہے کہ ان کو زمین جو حباطی کے مابین ذالاساود تک ہے عنایت کی گئی ہے۔ اگر کوئی دوسرا ان پر حق جتائے گا تو وہ جھوٹا ہوگا حق انہی کا ہوگا۔

دوسرا وثیقہ

بسم الله الرحمن الرحيم

إنّه أعطاه مدفوًا لا يحاقه فيه أحد ومن حاقه فلا حق له وحقه حق[۱۳۲]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انہیں مدفوا عطا کیا گیا ہے۔ ان سے کوئی مزاحمت نہ کرے جو ان سے مزاحمت کرے گا تو اس کو کوئی حق نہیں ہوگا حق انہی کا ہوگا۔

اِقطاع کی تفصیل

ذات الاوساد: اس کی معلومات حاصل نہیں ہو سکی۔

مدفوا: مدفوا کا ذکر بھی کسی جغرافیہ کی کتاب میں نہیں البتہ یاقوت حموی نے "مدفار" لفظ ذکر کیا ہے جو کہ بلاد سلیم کا ایک موضع ہے۔[۱۳۳] ہو سکتا ہے یہ لفظ مدفوا/مدفار ہو۔

۱۵۔ عبداللہ بن قمامہ اور وقاص بن قمامہ

عبداللہ بن قمامہ اور ان کے بھائی وقاص بن قمامہ کو جو بنو سلیم کی شاخ بنو حارثہ سے تعلق رکھتے

۱۳۱۔ اُسد الغابہ: ج۴، ص۹۳۶، باب السین

۱۳۲۔ الطبقات الکبری: ج۱، ص۲۳۶

۱۳۳۔ معجم البلدان: ج۵، ص۷۶، حرف المیم، مادہ مدفار

تھے،[۱۳۴] نبی کریم ﷺ نے قطیعہ عنایت فرمایا جس کی تحریر یوں ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا ماأعطى محمدّ النبى ﷺ وقاص بن قمامة وعبدالله بن قمامة السَّلمِيَّين مِنْ بنى حارثة: أعطاهم المحدّب، وهو بين الهدّ إلى الوابدة، إن كانا صادقين"[۱۳۵]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ عطایا ہے جو محمد النبی ﷺ نے وقاص بن قمامہ اور عبداللہ بن قمامہ کو دی جو بنی حارثہ کے سلمی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں محدب عطا کیا گیا ہے جو الہد اور وابداہ مابین ہے اگر وہ صادق ہیں۔

ان کی اِقطاع کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

۱۶۔ مجاعہ بن مرارہ بن سلیمی

مجاعہ بن مرارہ بن سلیمی بنو حنیفہ کے روسامیں سے تھے۔[۱۳۶] کتاب الاموال میں ان سے متعلق امام ابوعبید کا کہنا ہے کہ یمامہ سے تعلق رکھنے والے بنو حنیفہ کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اس میں مجاعہ بن مرارہ بھی شامل تھے۔[۱۳۷] ابن اثیر کے مطابق ان کی نسبت سلمی کی وجہ ان کے دادا کا نام سلیم تھا۔[۱۳۸] آپ ﷺ نے ان کو ان کی درخواست پر افتادہ زمین عطافرمائی اور فرمان تحریر فرمایا:

بسم الله لرحمن الرحيم

هذا كتاب كتبه محمدرسول الله ﷺ لمجاعة بن مرارة بن سلمى: إنّى أقطعتك الغوره، وغرابة والحيل، فمن حاجّك فإنّى

۱۳۴۔ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ: ج۶، ص۳۳۸

۱۳۵۔ ایضاً: مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص۳۰۷، وثیقہ نمبر ۲۰۹۔ رسالات نبویہ ﷺ: ص۱۱۸

۱۳۶۔ اُسد الغابہ: ج۸، ص۱۱۳، باب میم وجیم

۱۳۷۔ کتاب الاموال: ج۱، ص۳۹۶

۱۳۸۔ اُسد الغابۃ: ج۸، ششم ص۱۱۴

محرر: زید [۱۳۹]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ مکتوب محمد الرسول اللہ ﷺ نے مجاعہ بن مرارہ بن سلمی کے لیے تحریر کیا ہے۔ میں نے تمہیں غورہ، غرابہ اور حبل کے علاقے بہ طور جاگیر دے دیے ہیں۔ اب تم سے جو جھگڑا کرے اُسے میری طرف بھیج دو۔

محرر: زید

اِقطاع کی تفصیل

غرابہ

یمامہ کا ایک ایسا علاقہ جو سیاہ پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ [۱۴۰]

غورہ

غورہ بھی یمامہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ [۱۴۱]

حُبل

یہ بھی یمامہ کی ایک جگہ کا نام ہے۔ [۱۴۲]

۱۷۔ بنی عقیل

فتح مکہ کے بعد بنی عقیل کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ یہ وفد تین حضرات پر مشتمل تھا۔ مطرف بن عبداللہ، ربیع بن معاویہ اور انس بن قیس۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں مقامِ عقیق عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے لیے سُرخ چمڑے پر ایک فرمان تحریر فرمادیا۔[۱۴۳] فرمان رسول ﷺ یہ ہے:

۱۳۹۔ کتاب الاموال: ج۱، ص۳۹۷۔ رسالات نبویہ ﷺ: ص۲۸۵۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص۱۵۸، وثیقہ نمبر ۶۹

۱۴۰۔ معجم البلدان: ج۴، ص۱۹۰، حرف الغین، مادہ غرابات

۱۴۱۔ ایضاً: ص۲۱۸، مادہ غورہ

۱۴۲۔ ایضاً: ج۲، ص۲۱۴، حرف الحاء، مادۃ حبلۃ

۱۴۳۔ الطبقات الکبری: ج۱، ص۲۶۰، ۲۶۱

بسم الله الرحمن الرحيم-

هذا ماأعطى محمد رسول الله ﷺ ربيعًا وَمُطَرّفًا وَأنسًا، أعْطَاهمْ العقيق مَا أقاموا الصّلاة واٰتُوالزّكاة وَسمعُوْا وَأطاعُوْا، ولم يعطهم حقًا لمسلم (فكان الكتاب في يدِّمطرف)(۱۴۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ سند ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع و مطرف وانس کو عطافرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اس وقت تک کے لیے (مقام) عقیق عطافرمایا ہے جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں، زکوۃ ادا کرتے رہیں، اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسی مسلمان کا کوئی حق نہیں دیا۔ (یہ فرمان مطرف کے قبضے میں تھا)

اِقطاع کی تفصیل

عقیق

جیساکہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ جزیرۃ العرب میں عقیق نام کی کئی وادیاں ہیں۔ ابن سعد اس مقامِ عقیق کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ ایسی زمین تھی جس میں چشمے اور کھجور کے باغات تھے(۱۴۵) اور جب یہ مقام بنی عقیل کو اِقطاع کیا گیا تو یہ پھر عقیق بن عقیل کے نام سے مشہور ہوگئی۔(۱۴۶)

۱۸۔ قیس بن مالک الارجبیؓ

حضرت قیس بن مالک ارجبیؓ کا تعلق بنوارجب سے تھا جو قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ تھی۔ آپؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر بھیجی۔ اس تحریر کے بعد وہ اسلام لائے تھے۔ اس تحریر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جو عطایا مقرر فرمایا اس کے لیے تین دفعہ ابدا، ابدا، ابدا یعنی ہمیشہ، ہمیشہ، ہمیشہ جاری رہے گا،

۱۴۴۔ ایضاً: ص ۲۶۱

۱۴۵۔ الطبقات الکبری: ص ۲۶۰

۱۴۶۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۱۲، وثیقہ نمبر ۲۱۶

فرمایا۔ حضرت قیس بن مالکؓ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا ابدا، ابدا، ابدا کہنا بہت محبوب ہے۔ اس سے مجھے امید ہے کہ میری نسل ہمیشہ قائم رہے گی[۱۴۷]

وثیقہ

سلام علیکم- اما بعد ذلک فانی استعملتک علی قومک عربهم وخمورهم ومواليهم واقطعتک من ذرة نسار مائتی صاع من زبيب خيوان مائيتی صاع جارلک ذلک ولعقبک بعدابدًا، ابدًا، ابدًا[۱۴۸]

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے قیس بن مالک کے نام:

سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ، امابعد!

واضح ہو کہ میں نے تم کو تمھاری قوم پر خواہ بدوی ہو یا شہری غلام سب پر حاکم بنایا ہے اور مقامِ نسار کے غلّہ سے اور اس وادی کے کھجوروں کے دو سو صاع تمھارے لیے مقرر کیے۔ یہ عطیہ تمھارے اور تمھاری اولاد کے لیے ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

اِقطاع کی تفصیل

نسار

مقام نسار وہ وادی ہے جس کے چھوٹے پہاڑوں کا سلسلہ ہے جو رباب اور ہوازن کے درمیان واقع ہیں۔[۱۴۹]

۱۹۔ مقاسم اموالِ خیبر کی بابت فرمان

بسم الله الرحمن الرحيم

۱۴۷۔ اُسد الغابہ: ج۸، ص ۸۵۲، حرف القاف

۱۴۸۔ ایضاً۔ رسالات نبویہ ﷺ: ص ۳۲۹

۱۴۹۔ معجم البلدان: ج۵، ص ۲۸۳، حرف النون، مادہ نسار

هذا ما أعطى محمد رسول الله: لأبي بكر بن أبي قحافة مائة وسق، ولعقيل بن أبي طالب مائة وأربعين، ولبني جعفر بن أبي طالب خمسين وسقا، ولربيعة بن الحارث مائة وسق، ولأبي سفيان ابن الحارث بن عبد المطلب مائة وسق، وللصلت بن مخرمة بن المطلب ثلاثين وسقا، ولأبي نبقة خمسين وسقا، ولركانة بن عبد يزيد خمسين وسقا، وللقاسم بن مخرمة بن المطلب خمسين وسقا، ولمسطح ابن أثاثة بن عباد وأخته هند ثلاثين وسقا، ولصفيّة بنت عبد المطلب أربعين وسقا، ولبحينة بنت الأرتّ بن المطلب ثلاثين وسقا، ولضباعة بنت الزبير بن عبد المطلب أربعين وسقا، وللحصين وخديجة وهند بني عبيدة بن الحارث مائة وسق، ولأمّ الحكم بنت الزبير بن عبد المطلب ثلاثين وسقا، ولأمّ هانىء بنت أبي طالب أربعين وسقا، ولجمانة بنت أبي طالب ثلاثين وسقا، ولأم طالب بنت أبي طالب ثلاثين وسقا، ولقيس بن مخرمة بن المطلب خمسين وسقا، ولا بنى أرقم خمسين وسقا، ولعبد الرحمن بن أبي بكر أربعين وسقا، ولأبي بصرة أربعين وسقا، ولابن أبي حبيش ثلاثين وسقا، ولعبد الله بن وهب وابنيه خمسين وسقا لابنيه أربعين وسقا، ولنميلة الكلبي من بني ليث خمسين وسقا، ولأمّ حبيبة بنت جحش ثلاثين وسقا، وللمكان بن عبدة ثلاثين وسقا، ولمحيصة بن مسعود ثلاثين وسقا(۱۵۰)

بسم الله الرحمن الرحيم

۱۵۰۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۹۴، وثیقہ نمبر ۱۷

یہ عطا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ابی بکر بن قحافہؓ کے نام سو وسق (ساٹھ صاع) اور عقیلؓ بن ابی طالب کے لیے ایک سو چالیس وسق، بنی جعفرؓ بن ابی طالب کے لیے پچاس وسق، ربیعہ بن حارثؓ کے لیے پچاس وسق، ابی سفیان بن الحارثؓ کے لیے سو وسق، صلت بن مخزمہؓ، رکانہ بن عبد یزیدؓ کے لیے پچاس وسق، قاسم بن مخزمہ مبطلبؓ کے لیے پچاس وسق، مسطح بن اثاثہ بن عبادؓ اور اس کی بہن ھندؓ کے لیے تیس وسق، صفیہؓ بنت عبد المطلب کے لیے تیس وسق، بحینہ بنت الحارث بن المطلب کے لیے تیس وسق، صنباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب کے لیے چالیس وسق اور حصین بن خیدبہ وندبن عبیدہ بن حارثؓ کے لیے سو وسق، ام الحکم بنت زبیر بن عبد المطلب کے لیے تیس وسق، ام ہانی بنت ابی طالب کے لیے چالیس وسق، قیس بن مخزمہ بن مطلب کے لیے پچاس وسق، ابی ارقمؓ کے لیے پچاس وسق، عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کے لیے چالیس وسق، ابی بصرہ کے لیے چالیس وسق، ابن ابی حبیش کے لیے تیس وسق، عبد اللہ بن وہبؓ اور اس کے بیٹے کے لیے پچاس وسق اور اس کے بیٹی کے لیے چالیس وسق، بنی لیث کے نمیلہ الکلبی کے لیے پچاس وسق، ام حبیبہ بنت جحش کے لیے تیس وسق، اور مالکان بن عبدۃ کے لیے تیس وسق، محیصہ بن مسعودؓ کے لیے تیس وسق دیے جاتے ہیں۔

۲۰۔ بنی جعال بن ربیعہ بن زید الجذامیین

یہ خاندان قبیلہ بنی جذام جو کہ یمن کا قبیلہ تھا سے تعلق رکھتا تھا اور یہ "وادی القریٰ" کے عقب میں "جبال مسمّٰی" میں سکونت پذیر تھا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں "ارم" کا علاقہ اقطاع فرمایا۔ (۱۵۱)

وثیقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد النبی ﷺ لبنی جعال بن ربيعة بن زيد الجذاميين: إنَّ لهم إرمًا لا يحلّها عليهم أحد أن يغلبهم عليها ولا يحاقهم فيها، فمن

۱۵۱۔ زبیدی: تاج العروس، مادہ جذم

حاقهم فلا حقّ له وحقهم حق

كتب: أرقم[152]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے "بنو جعال بن ربیعہ بن زید الجذامیین" کے حق میں ہے کہ "ارم" ان کا ہے۔ کوئی شخص ان کی خلاف مرضی وہاں اتر کر اس پر قبضہ کر کے ان پر دباؤ نہیں ڈال سکتا اور نہ اس کے بارے میں اپنا حق جتا سکتا ہے جو حق جتائے گا اس کا حق نہیں ہوگا، اصل حق انہیں کا ہے۔

کاتب: ارقم

اِقطاع کی تفصیل

ارم

ارم دیار جذام میں حِسمٰی کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ پہاڑ ایلہ اور تیہ بنی اسرائیل کے درمیان واقع ہے اور بہت اونچا ہے۔[153] قبیلہ بنی جعال جبالِ حِسمٰی ہی میں مقیم تھا۔[154]

۲۱۔ بنو قرہ بن عبداللہ بن اَبی نجیح بنی نہد کا وثیقہ

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا ما أعطى محمد رسول الله ﷺ بنى قرة بن عبدالله بن أبى نجيح النهديّين: إنّه أعطاهم المظلّة كلها، أرضها، وماءها، وسهلها، جبلها، وحمىً يرعون فيه مواشيهم۔

۱۵۲۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۸۱، وثیقہ نمبر ۱۷۶

۱۵۳۔ معجم البلدان: ج ۱، ص ۱۵۴، ۱۵۵، حرف الھمزۃ، مادۃ ارم

۱۵۴۔ زبیدی: تاج العروس، مادہ جزم؟

کتب: معاویة بن ابی سفیان[۱۵۵]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ عطیہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بنو قرۃ بن عبداللہ بن نجیح نہدیین کو دیا "قط" سارا کا سارا۔ اس کی زمین، پانی، میدان اور پہاڑ جہاں وہ اپنے مویشی چراتے ہیں ان کو دیے جاتے ہیں۔

کاتب: معاویہ بن ابی سفیان

۲۲۔ حصین بن اوس الاسلمیؓ

نبی کریم ﷺ نے حضرت حصین بن اوس الاسلمیؓ کے لیے تحریر فرمایا:

وکتب رسول الله ﷺ للحُصين بن أوس الاسلمى: إنّه أعطاه الفرغين وذات أعشاش، لايحاقه فيها أحد۔

کتب: علی[۱۵۶]

انہیں ذات فرغین وذات اعشاش عطا کیا گیا ہے کوئی بھی ان سے جھگڑا نہ کرے۔

کاتب: حضرت علیؓ

اِقطاع کی تفصیل

اس اِقطاع کی تفصیل نہیں مل سکی۔

۲۳۔ حضرت سعید بن سفیان الرعلیؓ

رسول اکرم ﷺ نے سعید بن سفیان الرعلیؓ کے لیے تحریر فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم

هَذَا مَا أَعْطَى رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - سَعِيدَ بْنَ سُفْيَان

۱۵۵۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۷۲، وثیقہ نمبر ۸۹

۱۵۶۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۳۰۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۷۲، وثیقہ نمبر ۱۶۷

الرَّعْلِيَّ. أَعْطَاهُ نَخْلَ السُّوَارِقِيَّةِ وَقَصْرَهَا لا يُحَاقُّهُ فِيهَا أَحَدٌ وَمَنْ حَاقَّهُ فَلا حَقَّ لَهُ وَحَقُّهُ حَقٌّ.

وَكَتَبَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ[۱۵۷]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ اس امر کی دستاویز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید بن سفیان الرعلی کو السوارقیہ کا کھجور کا باغ عطا فرمایا، اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے جو مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہیں ہوگا، اور حق انہیں کا ہوگا۔

بہ قلم خالد بن سعید

۲۴۔ عباسؓ بن عبدالمطلب

حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ ان کی کنیت ان کے لڑکے فضل کی وجہ سے ابوفضل تھی۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب زمانۂ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے۔ بیعت عقبہ کے موقع پر آپؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ تھے تاکہ بیعت کو مستحکم کر سکے۔[۱۵۸] ان کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے:

یاایّھاالنّاسُ من اذی عمّی فقد اٰذانی فإنّما عمُّ الرُّجلِ صنوُابِیْہ[۱۵۹]

اے لوگو! جس نے میرے چچا کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی کیوں کہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں فرماتے تھے: کہ میرے بزرگوں میں اب یہی باقی رہ گئے ہیں۔ ایک اور جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: کہ عباس بن عبدالمطلب تمام قریش میں سب سے زیادہ سخی ہیں اور اہل قریش کے ساتھ بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والے

۱۵۷۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۲۴۶۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص۳۲۰، ۳۲۱، وثیقہ نمبر ۲۳۱

۱۵۸۔ اسد الغابہ: ج۵، ص۱۸۴، ۱۸۵، حروف العین

۱۵۹۔ جامع ترمذی: ج۶، ص۱۰۸، باب مناقب الصحابۃ، حدیث نمبر ۳۷۵۸

ہیں۔[۱۶۰] ان کی وفات ۳۲ ہجری ماہ رمضان میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے دو برس قبل ہوئی۔[۱۶۱]

اِقطاع کی تفصیل

وثیقہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جاگیر عطا فرمائی تو وثیقہ میں تحریر فرمایا:

الحيرة من الكوفة والميدان من الشام والخط من هجر وسيرة ثلاثة أيام من أرض اليمن، (فلما افتتح ذلك أتى به الى عمر)[۱۶۲]

حیرہ کوفہ سے اور میدان شام سے اور خط[۱۶۳] (نام مقام) ہجر میں سے اور تین منزل کے مقدار (زمین) ارض یمن[۱۶۴] سے (پس جب یہ مقام فتح ہوئے تو یہ تحریر حضرت عمرؓ کے پاس لائے)

۲۵۔ حضرت عباس بن مرداس سلمیؓ

حضرت عباس بن مرداس سلمیؓ قبیلہ سلیم سے تھے۔ انہوں نے فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عباس ان موکفۃ القلوب میں سے تھے جن کا اسلام آخر میں نہایت عمدہ ہوگیا تھا۔ یہ اپنی قوم کے تین سو سواروں سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ آپؓ غزوہ حنین میں شریک تھے۔ انہیں مالِ غنیمت میں سے کافی تعداد میں اونٹ عطا کیے گئے تھے۔ یہ سلیم الفطرت تھے اسلام سے قبل انہوں نے شراب کبھی نہیں پی۔ یہ بہت اچھے شاعر تھے اور بہت بہادر تھے۔[۱۶۵]

۱۶۰۔ اسد الغابہ: ج۵، ص۱۸۶، حرف العین

۱۶۱۔ ایضاً: ص۱۸۶، ۱۸۷

۱۶۲۔ رسالات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم: ص۱۹۷

۱۶۳۔ معجم البلدان: ج۲، ص حرف الخاء، ص۳۲۸

۱۶۴۔ ایضاً: ج۵، حرف الیاء، ص۴۴۸

۱۶۵۔ اسد الغابہ: ج۵، ص۱۸۸، حرف العین

ان کے لیے وثیقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
هذا ماأعطى محمد النبى ﷺ عباس بن مرداس السلمى: إنه أعطاه مذمورًا، فمن حاقه فلا حقّ له فيها، وحقه حق۔
کتب: العلاء بن عقبہ[166]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
یہ وہ عطیہ ہے جو محمد نبی ﷺ نے عباس بن مرداس سلمی کو دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں "مذمور" عطا کیا۔ جو ان کے خلاف اپنا حق جتائے گا اس کا کوئی حق نہیں، اصل حق انہیں کا ہے۔
کاتب: علاء بن عقبہ

اِقطاع کی تفصیل

ڈاکٹر حمید اللہ نے وثیقہ میں لفظ مذمور درج نقل کیا ہے جب کہ طبقات ابن سعد میں یہ لفظ مذموّرا نقل ہے[167] اور یہ دونوں لفظ کسی بھی جغرافیہ کی کتاب میں نہیں ملتے۔ جیساکہ ہم نے پچھلے صفحات میں ذکر کیا ہے کہ مدفار نامی موضع کا ذکر یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کیا ہے۔ ہو سکتا ہے مدفو مدفار نامی موضع ہی ہو۔[168]

۲۶۔ عتبہ بن فرقد السلمی

عتبہ بن فرقد سلمی بنی مآزن کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ دو جہادوں میں حصہ لیا اور غزوۂ خیبر میں شرکت کی اور مال غنیمت میں بھی انہیں ایک حصہ حاصل ہوا۔[169] سید محبوب رضوی مکتوباتِ نبوی ﷺ میں بیان کرتے ہیں ہے کہ عتبہ بن فرقد کی درخواست پر نبی کریم نے انہیں مکان بنانے کے لیے مکہ مکرمہ میں ایک قطعۂ زمین مرحمت فرمائی اور باقاعدہ تحریر کردہ وثیقہ عنایت فرمایا۔[170]

۱۶۶۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۰۷، وثیقہ نمبر ۲۱۰
۱۶۷۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۳۶
۱۶۸۔ معجم البلدان: ج ۵، ص ۷۶، حرف المیم، مدفار
۱۶۹۔ اسد الغابہ: ج ۶، ص ۵۰۳، حرف العین
۱۷۰۔ مکتوباتِ نبوی ﷺ: ص ۲۵۱

وثیقہ

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا ماأعطى النّبي ﷺ عتبة من فرقد، أعْطَاهُ مَوْضِعَ دارِ بِمَكّة يبنها مِمّا يَلي المروة فلا يحاقه فيها أحد وَمن حاقه لا حقّ له وحقه حق

كتب: معاوية[۱۷۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ اس بات کی دستاویز ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عتبہ بن فرقد کو مکہ میں مکان کی زمین دی تاکہ وہ اسے (کوہ) مروہ سے متّصل تعمیر کرلیں۔ کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے، جو مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہیں ہوگا حق انہی کا ہوگا۔

بہ قلم: معاویہؓ

اِقطاع کی تفصیل

اس وثیقے سے واضح ہوتا ہے کہ عتبہ بن فرقد کو جو زمین مکان کے لیے اِقطاع ہوئی وہ مروہ پہاڑ سے متّصل ہوگی۔ مروہ وہ پہاڑی ہے جو بیت اللہ شریف کے شمال مشرقی گوشے کے قریب واقع ہے۔ یہ وہ پہاڑی ہے جہاں سعی کا پہلا چکر پورا ہوتا ہے اور دوسرا چکر شروع ہوتا ہے۔[۱۷۲]

۲۷۔ خیبر کی گندم سے متعلق وثیقہ

اب ہم خیبر سے حاصل ہونے والی گندم کی تقسیم سے متعلق وثیقۂ نبوی ﷺ کا ذکر کرتے ہیں جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

ذكر ماأعطى محمد رسول الله ﷺ نساء من قمح خيبر : قسم لهن

۱۷۱۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۴۶، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۱۱، وثیقہ نمبر ۲۱۵

۱۷۲۔ رحمن، سید فضل۔ فرہنگِ سیرت۔ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی ۲۰۰۳ء: ص ۲۶۹، مادہ مروۃ

مائة وسق وثمانين وسقًا، ولفاطمة ابنة رسول الله ﷺ ولأسامة بن زيد أربعين وسقًا، وللمقداد بن الأسود خمسة عشر وسقًا، ولأم رميثة خمسة أوسق

محرر: عثمان بن عفان [۱۷۳]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر ان وثیقہ جات کے بارے میں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حرم کے لیے تحریر کرائے۔

جملہ حرم کے لیے ۱۸۰ وسق

حضرت فاطمہؓ کے لیے ۸۵ وسق

حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے لیے ۴۰ وسق

حضرت مقداد بن اسودؓ کے لیے ۱۵ وسق

حضرت اُمِ رمیثہ کے لیے ۵ وسق

محرر: عثمان بن عفانؓ

۲۸۔ عداء بن خالد بن ہوذہؓ

حضرت عداء بن خالد بن ہوذہ کا تعلق بصرہ کے دیہات سے تھا۔ یہ بدوؤں میں شمار کیے گئے ہیں۔ یہ فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے بعد ایمان لائے تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے والد اور بھائی کی معیت میں وفد کی صورت میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے خود بیان کیا تھا کہ ہم نے واقعہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف جنگ کی اور اللہ نے ہمیں مغلوب کیا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک غلام یا لونڈی خریدی تھی اور اس بیع نامہ کی دستاویز ان کے پاس موجود تھی جسے وہ بڑے فخر سے بتایا کرتے تھے۔ [۱۷۴] یہ فرمان ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب فرامین سے متعلق کتب میں ملتا ہے۔

۱۷۳۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۹۵، وثیقہ نمبر ۱۸

۱۷۴۔ اسد الغابہ: ج ۶، ص ۵۲۳، باب العین والدال، عدآء بن خالد

وثیقہ

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا ماأعطى محمد رسول الله ﷺ العَدَاء بن خالد، ومن تبعه من عامر بن عكرمة، أعطاهم مابين المصباعة إلى الزخ ولَوَابة يعنى لوابة الخرار

كتب: خالد بن سعيد (۱۷۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وثیقہ من جانب محمد رسول اللہ ﷺ برائے مسمی عدا ابن خالد اور ان کے ہم قبیلہ مسلمان افراد انہیں قریہ مصباعہ سے لے کر موضع زح اور لوابہ تک قبضہ دیا جاتا ہے۔ لوابہ یعنی لوابہ الخرار۔

محرر: خالد بن سعیدؓ

اِقطاع کی تفصیل

مصباعہ

مصباعہ نامی جگہ کی تو کوئی تفصیل نہیں ملتی البتہ معجم البلدان میں ”مضیاعہ“ نامی ایک موضع کا ذکر ملتا ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو بنی ہوذہ کی ملکیت تھی۔ حضرت عداء بن خالدؓ کا تعلق چوں کہ بنی ہوذہ سے تھا اس لیے قرین قیاس صحت لفظ مضیاعہ ہی ہو سکتا ہے۔ (۱۷۶)

زخ

معجم البلدان اور وفاء الوفاء میں حضرت عداءؓ کے حوالے سے اس جگہ کے لیے ”زج“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ یہ ایک چشمے کا نام ہے جو عداء بن خالدؓ کو آپ ﷺ نے

۱۷۵۔ الطبقات الکبری: ج۱، ص۲۳۶، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص۳۱۶، وثیقہ نمبر ۲۲۳

۱۷۶۔ معجم البلدان: ج۵، ص۱۴۶، حرف المیم، مادہ مضیاعہ

اِقطاع فرمایا[۱۷۷] جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق یہ بنی عامر کے وہ چشمے ہیں جو عداء بن خالدؓ کو اِقطاع ہوئے۔ اُن کے مطابق ان چشموں کا نام "الزّخیخ" تھا۔[۱۷۸]

لوابہ

امام سمہودی اور یاقوت حموی نے زج کے ساتھ لوابۃ کا ذکر کیا اور اسے بھی پانی کا چشمہ بتایا جو حضرت عدّاء بن خالدؓ کو زج کے ساتھ ملا۔ اس کا مطلب یہ لفظ لوابہ نہیں لواشہ ہے۔[۱۷۹]

۲۹۔ ہوذہ بن نبیشہ السلمیؓ

ہوذہ بن نبیشہ السلمی کے متعلق ابن سعد نے تحریر کیا ہے کہ ان کا تعلق بنی عصیہ سے تھا۔[۱۸۰] ان کو بھی دی جانے والی جاگیر سے متعلق وثیقہ موجود ہے جو وثائق السیاسیۃ میں اس طرح درج ہے:

لهوذة بن نبيشة السَّلَمى، ثم، من عصُيّة إنّه أعطاهُ ماحوىٰ الجفر كلّه[۱۸۱]

انہیں موضع جفر کا گرد و نواح عطا کیا جاتا ہے

اِقطاع کی تفصیل

جفر

موضع جفر مدینہ منوّرہ کے مضافات میں واقع ہے۔[۱۸۲]

۱۷۷۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی: ج۴، ص۱۲۲۷، حرف الزای، مادہ الزج۔ معجم البلدان: ج۳ ص، حرف الزاء، مادہ الزج

۱۷۸۔ الاصابۃ: ج۷، ص۱۱۷، حرف العین، عدّا بن خالد۔

۱۷۹۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی: ج۴، ص۱۲۲۷، حرف الزاء، مادہ الزج، معجم البلدان: ج۳ ص، حرف الزاء، مادہ الزج

۱۸۰۔ الطبقات الکبری: ج۱، ص۲۳۶

۱۸۱۔ ایضاً۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص۳۰۹، وثیقہ نمبر ۲۱۱

۱۸۲۔ معجم البلدان: جزء الثانی، حرم الجیم ص۱۴۶

۳۰۔ یزید بن طفیل الحارثیؓ

کتب رسول الله ﷺ ليزيد بن الفطيل الحارثي: إنّ له المضّة كلها، لايحاقه فيها أحد ما أقام الصّلاة وآتى الزكاةوحارب المشركين"

كتب: جهيم بن الصّلت[۱۸۳]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یزید بن طفیل الحارثیؓ کے لیے تحریر فرمایا:

پورا المضہ ان کے لیے ہے اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے جب تک یہ نماز قائم رکھیں، زکوۃ دیں اور مشرکین سے جہاد کریں۔

کاتب: جہیم بن الصلت

اِقطاع کی تفصیل

مضّہ

مضّہ سے متعلق بھی کوئی تفصیل موجود نہیں البتہ معجم البلدان میں "المضاعہ" لفظ ہے جو پانی کا چشمہ تھا۔[۱۸۴] اب یہ واضح نہیں کہ یہ مضہ ہے یا اس سے مراد المضاعہ ہے یعنی انہیں پانی کا چشمہ اِقطاع ہوا ہے۔ یہ واضح نہیں ہے۔

۳۱۔ ربیعہ بن ذومرحب حضرمیؓ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن ذومرحب حضرمیؓ اور ان کے بھائیوں اور چچاؤں کے لیے یہ وثیقہ تحریر فرمایا:

وثیقہ

أَنَّ لَهُمْ أَمْوَالَهُمْ وَنخلَهُمْ وَرَقِيقَهُمْ وَآبَارَهُمْ وَشَجَرَهُمْ وَمِيَاهَهُمْ وَسَوَاقِيَهُمْ وَنَبْتَهُمْ وَشَرَاجِعَهُمْ بِحَضْرَمَوْتَ. وَكُلَّ مَالٍ لآلِ ذِي

۱۸۳۔ الطبقات الکبری: ج ۱، ص ۲۳۱، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۲۹، وثیقہ نمبر ۸۲

۱۸۴۔ معجم البلدان: ج ۵، ص ۱۴۵، حرف المیم، مادہ المضاعۃ

مَرْحَبٍ. وَأَنَّ كُلَّ مَا كَانَ فِي ثِمَارِهِمْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّهُ لا يَسْأَلُهُ أَحَدٌ عَنْهُ. وَأَنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ بَرَاءٌ مِنْهُ. وَأَنَّ نَصْرَ آلِ ذِي مَرْحَبٍ عَلَى جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ. وَأَنَّ أَرْضَهُمْ بَرِيئَةٌ مِنَ الْجَوْرِ. وَأَنَّ أَمْوَالَهُمْ وَأَنْفُسَهُمْ وَزَافِرَ حَائِطَ الْمَلِكِ الَّذِي كَانَ يَسِيلُ إِلَى آلِ قَيْسٍ وَأَنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ جَارٌ عَلَى ذَلِكَ. وَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ (۱۸۵)

ان لوگوں کے مال، عطایا، غلام، آبگیر اور کنویں، درخت، دیہات، چھوٹی نہریں، جڑی بوٹیاں، صحرائی نالے جو حضر موت میں ہی ہیں اور ذی مرحب کے خاندان کا ہر مال انہیں لوگوں کے لیے ہے۔ ہر وہ رہن جو ان کے ملک میں ہے اُس کا ثمرہ اور اس کی شاخیں سب اسی رہن میں شمار کی جائیں گی جس میں وہ ہوں گی۔ جو خیر و برکت اُن کے پھلوں میں ہوگی اس کو کوئی بھی نہیں پوچھے گا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اس سے بری ہیں۔ خاندان ذی مرحب کی مدد مسلمانوں کی جماعت پر واجب ہے۔ ان کے علاقے میں ہماری جانب سے کسی قسم کا تصرف نہیں ہوگا۔ ان کے اموال اور جان اور بادشاہ کے باغ کی وہ آب پاشی والی نہر جو خاندان قیس تک بہتی ہے وہ بھی انہیں کی رہے گی۔

کاتب: معاویہ

اِقطاع کی تفصیل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن ذر مرحب کو جیسا کہ وثیقہ سے ظاہر ہوتا ہے حضر موت سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کو ان کے خاندان کے سمیت ان کے علاقے کے کنویں ان کے اموالِ درخت وغیرہ کی ملکیت عطا فرمائی یا جو علاقے ان کی ملکیت میں تھے اسلام کے بعد ان کی ملکیت برقرار فرمائی۔

حضر موت

ایک بڑی مشہور وادی ہے۔ کئی سو میل لمبی ہے۔ یمن سے نکل کر جبال حضر موت کے درمیان ایک بڑے حصے کو طے کرتی ہوئی جنوب کی طرف چلی جاتی ہے۔ حضر موت کے پہاڑ بنجر اور غیر شاداب

۱۸۵۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۲۹، ۲۳۰، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۴۶، وثیقہ نمبر ۱۳۱

نہیں اور زیادہ بلند بھی نہیں ہیں۔ (۱۸۶)

۳۲۔ حرام بن عبد عوف

حرام بن عبد عوف سے متعلق مصادر میں کوئی معلومات میسر نہیں البتہ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ان کا تعلق بنی سلیم سے تھا۔ (۱۸۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی جاگیر عطا فرمائی۔ ان کا وثیقہ درج ذیل ہے:

وثیقہ

لحرام بن عوف بنی سلیم: إنّه أعطاه إذامًا وماکان له من شواق-
لا یحل لأحد أن یظلمهم ولا یظلمون أحدًا
کتب: خالد بن سعید (۱۸۸)

انہیں اذام اور شواق کا وہ حصہ جو ان کا ہے عطا کیا گیا ہے نہ کسی کو ان پر ظلم کرنا جائز ہے
اور نہ یہ کسی پر ظلم کرے۔
بہ قلم: خالد بن سعید

اِقطاع کی تفصیل

اذام کے بارے میں کتابوں میں کوئی تفصیل نہیں اور شواق کے متعلق گزشتہ صفحات میں ہم سوارق کے تحت تفصیل بیان کرچکے ہیں۔

ب۔ وہ وثائق جن کی نقل نہیں ملتی

ا۔ حضرت ثور بن عزرہؓ

حضرت ثور بن عزرہ کا تعلق بنی قیشر سے تھا۔ آپ اپنے قبیلے کے اس وفد میں شامل تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک قطعہ زمین عطا فرمایا اور ایک فرمان تحریر فرمادیا۔ (۱۸۹)

۱۸۶۔ فرہنگ سیرت: ص ۱۰۳، حرف الحاء مادہ حضر موت

۱۸۷۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۷۳

۱۸۸۔ ایضاً۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۱۰، وثیقہ نمبر ۲۱۴

۱۸۹۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۶۲

اُسد الغابہ میں ذکر ہے کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے حمام اور سدّ دونوں مقام جو وادی عقیق میں تھے معافی میں دے دیے تھے اور ایک تحریر بھی لکھ کر دی تھی۔(۱۹۰) ان دونوں بیانات میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں جب اِقطاع کیا تو وثیقہ یا فرمان بھی ساتھ تحریر کر کے دیا ثبوت کے طور پر، لیکن اس فرمان کی نقل کہیں نہیں ملتی۔

اِقطاع کی تفصیل

حمام

موضع بحرین اور یمامہ کے قریب پانی کھارا پانی۔(۱۹۱)

سدّ

سدّ بھی کھارا پانی جو کہ وادی عقیق میں ہے اور وادی عقیق یمامہ میں واقع ہے۔(۱۹۲)

۲۔ عامر بن ہلالؓ

حضرت عامر بن ہلالؓ خاندان بنی عیس بن حبیب بن خارجہ بن عدوان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو نبی کریم ﷺ نے ایک تحریر لکھ دی تھی جو ان کے چچا کے بیٹوں یعنی قبیلہ متعیین کے لوگوں کے پاس تھی۔(۱۹۳) یہ جب نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے لیے شہد بہ طور تحفہ لائے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے وادی سلبہ کا علاقہ کے لیے درخواست کی کہ انہیں عطا کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے انہیں وہ علاقہ بخش دیا۔(۱۹۴)

۱۹۰۔ اسد الغابہ: ج ۲، ص ۳۵۹، حرف الثاء مادہ ثور بن عزرہ، الاصابۃ، ج ۲، ص ۹۱، حرف الثاء مادہ، ثور بن عزرۃ

۱۹۱۔ معجم البلدان: ج ۲، حرف الحاء ص ۲۹۸

۱۹۲۔ معجم البلدان: ج ۳، حرف السین ص ۱۹۸

۱۹۳۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ: ج ۵، ص ۱۶۸، حرف العین، مادہ عافر بن بلال

۱۹۴۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط۔ دار الحرمین للطباعۃ والنشر، والتوزیع، قاہرہ ۱۴۱۵ھ: ج ۶، ص ۲۶۶، حدیث نمبر ۶۳۷۴

وثائق السیاسیۃ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر کو جو فرمان بھجوایا وہ عامر کے عم زاد کے قبیلے متعینین کے پاس ہے لیکن اس فرمان کی نقل نہیں ملتی۔

۳۔ ابو ثعلبہ خشنیؓ

اُسد الغابہ میں ان سے متعلق لکھا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے بیعتِ رضوان کی تھی اور حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں آپؓ شام میں فوت ہوئے۔ (۱۹۵)

مسند امام احمد میں ان سے ایک حدیث مروی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شام میں فلاں فلاں زمین جس پر ابھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم غالب نہیں آئے تھے میرے نام لکھ دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کیا تم ان کی بات نہیں سن رہے؟ حضرت ثعلبہؓ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں جان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ضرور غالب آئیں گے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس مضمون کی ایک تحریر لکھ کر دے دی (۱۹۶)

عون شریف قاسم کے مطابق اس فرمان کی بھی نقل نہیں ملی۔ (۱۹۷)

۴۔ حضرت اوفی بن مولہؓ

حضرت اوفی بن مولہؓ تمیمی کا تعلق قبیلہ بنی عنبر بن عمرو تمیم سے تھا۔ آپ اپنے عطایا کے متعلق فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند بکریاں دی اور مجھ سے شرط لی کہ سب سے پہلے میں ان کا دودھ مسافروں کو پلاؤں اور ساعدہ کو اور ہم میں سے ایک اور شخص کو کنواں دیا جو کہ ایک جنگل میں تھا اور ایاس بن قتادہ عنبری کو موضع جابیہ دیا جو یمامہ کے قریب تھا۔ ہم سب لوگ ایک ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کے لیے یہ معافیاں ایک چمڑے پر لکھوادی تھیں (۱۹۸)

۱۹۵۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۲۴، وثیقہ نمبر ۲۳۷

۱۹۶۔ اسد الغابہ: حصہ دہم، جلد سوم، ص ۴۵۹، حرف الثاء، مادہ ابو ثعلبہ خشنی

۱۹۷۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۸ء، ص ۳۰۲، حدیث نمبر ۱۸۲۰۹

۱۹۸۔ نشاۃ الدولۃ الاسلامیۃ: ص ۳۶۹

الاصابہ میں حضرت اوفیؓ کے حوالے سے تحریر ہے:

نبی کریم ﷺ نے مجھے غمیم کی زمین دی اور مجھ پر یہ شرط عائد کی کہ مسافر پہلے سیراب ہونے والا ہو۔[۱۹۹]

یہ تحریر بھی نہیں مل سکی۔

اِقطاع کی تفصیل

جابیہ

موضع جابیہ جو کہ یمامہ سے قریب واقع تھا۔ معجم البلدان میں اسے اونٹوں کے پانی پینے کا حوض بتایا گیا ہے۔[۲۰۰]

غمیم

موضع غمیم مدینہ منوّرہ کے قریب رابغ اور جحفہ کے مابین واقع ہے۔[۲۰۱]

۵۔ بنی فزارہ

بنی فزارہ بنو غطفان کی ایک شاخ تھی۔ یہ لوگ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصے میں اسلام لائے تھے کیوں کہ فتح مکہ میں اس قبیلے کا لشکر اسلامی فوجی دستے میں موجود تھا۔[۲۰۲] رسالت نبویہ ﷺ میں بنی فزارہ سے متعلق وثیقہ کا تذکرہ ملتا ہے کہ ان کو نبی کریم ﷺ نے موضع عسیب عطا کیا تھا اور تحریر لکھ کر دی تھی۔[۲۰۳]

۱۹۹۔ اسد الغابہ: ج ۱، ص ۲۳۶، حرف الالف مادہ اوفی بن مولی

۲۰۰۔ معجم البلدان: الجزء الثانی، حرف الجیم، ص ۹۱

۲۰۱۔ ایضاً: ج ۴، ص حرف الغین ص ۲۱۴

۲۰۲۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۱۴۵

۲۰۳۔ رسالات نبویہ ﷺ: ص ۳۰

اِقطاع کی تفصیل

عسیب

یاقوت حموی کے مطابق نجد کے بالائی علاقے کے مشہور پہاڑ کا نام عسیب ہے۔ (۲۰۴)

۶۔ رقاد بن عمرو بن ربیعہؓ بن جعدۃ بن کعب

رقاد بن عمرو بن ربیعہؓ بہ طور وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں مقام فلج میں ایک جائیداد عطا فرمائی اور مکتوب تحریر فرمایا جو انہیں لوگوں کے پاس ہے لیکن یہ مکتوب بھی ابھی موجود نہیں ہے۔ (۲۰۵)

اِقطاع کی تفصیل

فلج

ارض یمامہ میں بنی جعدہ اور قیشر کے ایک شہر کا نام بھی فلج ہے، چوں کہ رقادؓ بن عمرو کا تعلق بنی جعدہ سے تھا لہٰذا یہی وہ مقام ہے۔ (۲۰۶)

۷۔ زید الخیل

ان کا پورا نام زید بن مہلہل بن زید تھا۔ آپ کا تعلق قبیلہ طے کے نبہان قبیلے سے تھا۔ زید الخیل کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ مسلمان ہوئے تو ان کا اسلام خیر وخوبی سے رہا۔ موکفۃ القلوب میں شمار ہوتے تھے۔ ۹ ہجری میں نبی کریم ﷺ کے پاس قبیلہ طے کے وفد میں آئے تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کا نام زید الخیر رکھ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے وفد میں موجود ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عطا کی اور زید الخیر کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی اس کے علاوہ

۲۰۴۔ معجم البلدان: ج ۳، ص ۱۲۴، مادہ عینیہ

۲۰۵۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۶۲۔ مجموعۃ الوثائق، ص ۳۱۸، وثیقہ نمبر ۲۲۶۔ نشأۃ الدولۃ الاسلامیہ، ص ۳۶۷

۲۰۶۔ معجم البلدان: ج ۴، ص ۲۷۲۔ حرف الفاء، مادہ فلج

آپ ﷺ نے انہیں چند اور دوز مینوں کی جاگیر عطا کی اور اس کے متعلق ایک فرمان لکھ دیا۔ واپسی پر مقام فردہ پر وفات پا گئے۔ ان کی بیوی نے تمام حکم ناموں پر قبضہ کر لیا جو آں حضرت ﷺ نے انہیں عطا کیے تھے اور انہیں پھاڑ ڈالا۔ (۲۰۷)

۸۔ سمعانؓ بن عمرو بن حجر اسلمی

سمعان عمرو بن حجر اسلمی صحابی تھے اور وفد بنا کر آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور اپنا مال رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقے میں پیش کیا۔ (۲۰۸) آپ ﷺ نے ان کو رسلین اور درکا کے درمیان حصہ عنایت فرمایا۔ (۲۰۹) لیکن اس کی نقل بھی نہیں مل سکی۔ (۲۱۰)

ان دونوں مقامات کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

۹۔ سبز اراشیؓ

سبز اراشیؓ سے متعلق ابن حجر عسقلانی نے مالک بن عمروؓ کی روایت بیان کی ہے: مجھے یاد ہے نبی کریم ﷺ کے پاس وادی القریٰ میں عمرو بن حسان بنی اراش کا ایک شخص لے کر آئے جس کا نام سبز تھا اور وہ ان کے حلیف تھے تو آپ ﷺ نے اُن سے بیعت لی۔ وہ عرض کرنے لگے: اللہ کے رسول ﷺ میرے حلیف کو قطعہ اراضی عطا فرمادیں۔ چناں چہ آپ ﷺ نے انہیں جاگیر دی اور اس کے لیے بہ طور سند کھجور کی شاخ پر ایک تحریر بھی لکھوا کر دی۔ (۲۱۱)

ابن اثیر کے مطابق انہیں دونوں جنگل کبر اور ذات افداک بہ طور جاگیر عطا ہوئے تھے۔ (۲۱۲)

اس فرمان کی نقل ہمیں مصادر میں نہیں ملتی۔

۲۰۷۔ طبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۷۸۔ ابن خلدون۔ تاریخ ابن خلدون۔ دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ، ص ۴۷۹

۲۰۸۔ اسد الغابہ: ج ۴، ص ۹۸۴، حرف السین، سمعان بن عمرو، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: ج ۴، ص ۲۷۴، ۲۷۳، حرف السین مادہ سمعان بن عمر

۲۰۹۔ اسد الغابہ: ایضا۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۲۵، وثیقہ نمبر ۲۳۸۔ نشأۃ الدولۃ الاسلامیۃ: ص ۳۶۷

۲۱۰۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۲۵، وثیقہ نمبر ۲۳۸، نشأۃ الدولۃ الاسلامیہ ص ۳۶۷

۲۱۱۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ج ۴، ص ۳۸۶، حرف السین، مادہ سبز الاراشی

۲۱۲۔ اسد الغابہ: ج ۴، ص ۹۸۹، حرف السین مادہ سبز الاراشی

اس اِقطاع کی تفصیل بھی موجود نہیں۔

۱۰۔ عبدالرحمن الاصم البکائی

عبدالرحمن الاصم البکائی کا تعلق بنی البکاء میں سے تھا۔ ۹ھ میں بنی البکاء کا تین آدمیوں پر مشتمل وفد جن میں عبدالرحمن الاصم بھی تھا آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو مہمان بنایا اور انعامات سے نوازا۔ عبدالرحمن کا پرانا نام عبد عمرو الاصم تھا آپ ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا اور ان کے لیے اس پانی کے لیے جس کا نام ذی القصہ تھا اس کی عطا کا فرمان تحریر فرمایا۔[۲۱۳]

یہ فرمان بھی موجود نہیں۔

اِقطاع کی تفصیل

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ ذی القصہ نام کا پانی کا کنواں تھا، یہ کہاں تھا اس کے بارے میں کوئی تفصیل موجود نہیں۔

۱۱۔ قتادہ بن اعود تمیمی

حضرت قتادہ بن اعود تمیمی سے متعلق اسد الغابہ میں اتنی ہی تفصیل ملتی ہے کہ ان کا تعلق بنو تمیم سے تھا اور یہ اُس وفد سے پہلے ہی مسلمان ہوگئے تھے جو آپ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہو کے آیا تھا۔[۲۱۴] آپ ﷺ نے انہیں موضع شبکہ جو کہ دہنا کے مقام میں ہے عطا کیا اور اس کے متعلق فرمان بھی تحریر کرا کر دیا۔[۲۱۵] لیکن یہ فرمان بھی اب موجود نہیں ہے۔[۲۱۶]

۲۱۳۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۶۲، ۲۶۳

۲۱۴۔ اسد الغابہ: ج۷، ص ۸۱۲، حرف القاف مادہ قتادہ بن اعود تمیمی

۲۱۵۔ ایضاً: مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ ص ۲۵۹، وثیقہ نمبر ۱۴۵۔ نشأۃ الدولۃ الاسلامیۃ: ص ۳۶۷

۲۱۶۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۵۹، وثیقہ نمبر ۱۴۵۔ نشأۃ الدولۃ الاسلامیۃ: ص ۳۶۷

اِقطاع کی تفصیل

شبکہ

شبکہ جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ دھنا کے مقام میں واقع ہے۔ اس مقام کے بارے میں کہیں تفصیل نہیں ملتی۔ البتہ معجم البلدان میں شباک کے نام سے مقام کے بارے میں تفصیل ملتی ہے۔ [۲۱۷]

دھنا

دیار بنی تمیم میں ایک معروف جگہ جو بصرہ سے مکہ معظّمہ آتے ہوئے ایک منزل پر واقع ہے۔ [۲۱۸]

۱۲۔ مالک بن نمط الھمدانی

حضرت مالک بن نمط الھمدانیؓ کا تعلق بنو ہمدان سے تھا۔ ہمدان کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو یہ بھی ان میں شامل تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فصیح و بلیغ اشعار سنائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن نمطؓ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کے لیے ایک فرمان تحریر کیا اور انہیں جاگیریں عطا کیں جو انہوں نے مانگی۔ مالک بن نمطؓ کو جس مکتوب میں جاگیر عطا ہوئی تھی وہ جاگیر آج تک ان کے تصرف میں ہے۔ [۲۱۹] یہ مکتوب کسی مآخذ میں ہمیں نہیں ملا۔

۱۳۔ مشرخ بن خالد السعدی

ان کے متعلق اتنی ہی تفصیل معلوم ہوئی ہے کہ وفد عبد القیس میں اپنی دادی کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک چادر عطا کی اور صحرا میں ایک قطعہ زمین بھی دیا اور فرمان اس کے متعلق تحریر کروا کر دیا۔ [۲۲۰]

۲۱۷۔ معجم البلدان: ج ۳، حرف الشین، ص ۳۱۷

۲۱۸۔ ایضاً: ج ۲، حرف الدال، ص ۴۹۳

۲۱۹۔ اسد الغابہ: ج ۶ ص ۱۰۵، ۱۰۶، حرف المیم، مادہ مالک بن نمط الہمدانی

۲۲۰۔ اسد الغابہ: ج ۶، ص ۱۹۴، حرف المیم مادہ مشرخ بن خالد السعدی

رسالات نبویہ ﷺ اور وثائق السیاسیۃ میں ان کی جاگیر کے متعلق لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے انہیں بادیہ کا کنواں جاگیر میں عطا کیا۔ لیکن یہ فرمان بھی اب موجود نہیں ہے۔[۲۲۱]

عہد نبوی ﷺ کے اِقطاع وعطایا کے نتائج وسیاسی اثرات

اس سے قبل ہم نے ہجرت اور مسلمان کی آباد کاری، نئی ریاست کے قیام، اِقطاع وعطایا کی تقسیم اور طریقہ کار پر بحث اور تفصیلی طور پر اس نظام کا مطالعہ کیا۔ ان سطور میں رسول اللہ ﷺ کی اِقطاع وعطایا سے جو سیاسی اثرات مرتب ہوئے اور ان کے جو دور س نتائج حاصل ہوئے ان تمام کا تجزیہ کریں گے کہ کس طرح آپ ﷺ نے آباد کاری کے ساتھ ساتھ شہر پر آبادی کا دباؤ بڑھنے نہیں دیا۔ اور مختلف قبائل وافراد کو اِقطاع وعطایا کے ذریعے حلیف بناکر اسلامی ریاست کے تابع بنایا اور وسیع خطوں میں پھیلے ہوئے منتشر قبائل کو ملتِ وحدت میں تبدیل کیا۔ نبی کریم ﷺ کی زیر تربیت رہ کر یہ منتشر قبائل ایک ایسی قوم بن کر اُبھریں جن کو تسخیر کرنا ممکن نہیں تھا۔ جذبۂ جہاد وشہادت سے سرشار اسلام کے پرچم کے زیر سایہ انہوں نے کئی فتوحات حاصل کیں۔ اور اسلام کے پیغام کو اور اس کے نظام کو دنیا کے مختلف حصوں اور خطوں میں پھیلایا اور متعارف کرایا۔ آپ ﷺ نے ان کے نفوس کا ایسا تزکیہ کیا کہ مال ودولت اور دنیا کے خزانے، زمینیں، جاگیریں ان کا مطمع نظر نہ رہے۔ بل کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری اور ان کی رضامندی ہی ان کا اوّلین مقصد بن گئے تھے۔

اب ہم ان تمام سیاسی اثرات کا بہ غور جائزہ لیں گے جس سے مسلمانوں کو دور س نتائج حاصل ہوئے اور سیاسی محاذوں پر ان کی کام یابی کی ایک اہم وجہ بنیں۔

ریاستِ مدینہ کی توسیع اور آبادی کے دباؤ سے پہلے ہی اس کا سدّباب

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کسی بھی نوزائیدہ یا نوخیز ریاست میں آبادی کا اضافہ نہایت خطرناک اور پیچیدہ مسائل کا باعث بنتا ہے۔ جس کے سیاسی، معاشی اور سماجی نقصانات اس نئی سلطنت کو اُٹھانا پڑتے ہیں، جس کے اپنے وسائل فی الوقت محدود ہوتے ہیں۔ اور ان محدود وسائل کے ساتھ بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات اور ان کی خوراک ورہائش کا انتظام کرنا ریاست کے بس سے باہر ہوتا ہے۔

۲۲۱۔ رسالات نبویہ ﷺ: ص ۳۵۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۶۱، وثیقہ نمبر ۵۷۔ نشأۃ الدولۃ الاسلامیۃ: ص ۳۶۷

جب اسلامی ریاست کی بنیاد مدینہ منوّرہ میں پڑی اور مدینہ منوّرہ ایک اسلامی ریاست اور نبی کریم ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے مسلمانوں کے مرکزکی صورت میں سامنے آیا تو یہاں سب مسلمان ہجرت کر کے آنے لگے۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے علاوہ ان میں وہ مسلمان بھی شامل تھے جو اردگرد کے قبائل سے مسلمان ہو کر آرہے تھے۔

محمود احمد غازی ہجرت اور مدینہ منوّرہ میں آبادی میں اضافے سے متعلق لکھتے ہیں: مدینہ منوّرہ کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ اس کا ایک بڑا سبب تو یہ تھا کہ مکہ مکرمہ سے کئی سو مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے جو صحابہ ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ آئے ان کی تعداد کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا تو دشوار ہے۔ لیکن ان کی تعداد چھ سات سو کے لگ بھگ ضرور تھی۔ مدینہ منوّرہ کی آبادی میں تیزی سے ہونے والے اس اضافے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ آس پاس کے قبائل جو اکا دکا مسلمان ہوتے تھے ان کے بارے میں بھی ہدایت تھی کہ وہ مدینہ منوّرہ ہجرت کر کے آجائیں۔ فتح مکہ سے پہلے تک ہجرت لازمی تھی اور ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ آجائے۔ اس دور کی اکثر آیات میں الذین أمنو و ھاجر وا، الذین أمنوا و جاھدوا و ھاجر وا، ھاجر وا و جاھدوا یعنی ایمان، ہجرت اور جہاد تینوں کا تذکرہ ایک ساتھ ملتا ہے۔ اس طرح جن لوگوں کو موقع ملتا گیا وہ ہجرت کرتے گئے اور مدینہ منوّرہ آتے گئے۔ یوں مدینہ منوّرہ کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوتا گیا۔[۲۲۲]

مسلمانوں کو مدینہ منوّرہ ہجرت کرنے کی ہدایت اس وجہ سے کی گئی تھی کیوں کہ مدینہ منوّرہ ایک نئی اُبھرتی ہوئی ریاست تھی جس کو مضبوط بنیادوں پر قائم رکھنے کے لیے مسلمانوں کی عددی قوت میں اضافہ اس وقت بہت ضروری تھا۔[۲۲۳] لیکن غزوۂ احزاب میں مسلمانوں نے اپنے خلاف متحد ہونے والی مشرکین اور یہودیوں کی طاقت کاٹ کر مقابلہ کیا اور ریاست کا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ دشمن کی نظروں میں خود کو ایک زبردست قوت کے طور پر منوالیا تو ایسے میں مسلمانوں کو مزید قوت اور مدد کی ضرورت باقی نہ رہی۔ ویسے بھی بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے مدینہ منوّرہ بغیر بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پورا کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا غزوۂ احزاب کے بعد آنے والے مہاجرین کو نبی کریم

۲۲۲۔ محاضرات سیرت: ص ۴۰۰

۲۲۳۔ العمری، اکرم ضیاء۔ مدنی معاشرہ (عہد رسالت میں): ص ۸۰

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ [۲۲۴]

مہاجرین کو واپسی کے مشورے کے واقعے کی تفصیل ابن سعد نے طبقات الکبیر میں بیان کی ہے وہ کہتے ہیں:

> کان أوّل من وفد علی رسول اللہ ﷺ، من مضر أربعمائة من مزینة، وذلک فی رجب سنة خمس، فجعل لهم رسول اللہ ﷺ الهجرة فی دارهم وقال: أَنْتُمْ مُهَاجِرُوْنَ حَيْثُ كُنْتُمْ فَارْجِعُوْا إِلٰى أَمْوَالِكُمْ فرجعوا إلی بلادهم [۲۲۵]
>
> قبیلہ مضر کا سب سے پہلا وفد جو مزینہ کے چار سو آدمیوں پر مشتمل تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد ۵ھ میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے مکانوں میں رہنے ہی کو ہجرت قرار دیا کہ تم لوگ جہاں رہو مہاجر ہو لہٰذا تم لوگ اپنے مال و متاع کی جانب واپس جاؤ، اور وہ لوگ اپنے وطن واپس چلے گئے

اس روایت سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ شہرِ مدینہ میں مزید آبادکاری کی گنجائش نہیں رہی تھی ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں واپس نہ بھجواتے۔

مندرجہ بالا بحث سے ایک بات واضح ہوگئی کہ مدینہ منوّرہ آبادی کے دباؤ کے خطرے سے دوچار ہونے لگا تھا جس سے بے شمار معاشی، سماجی مسائل پیدا ہو جاتے اور اس طرح کے مسائل اسلامی ریاست کے استحکام میں رکاوٹ ڈال سکتے تھے۔ چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت دور اندیشی اور منصوبہ بندی سے ان مسائل کا حل نکالا اور آبادی کے دباؤ سے پہلے ہی اس کا سدِّباب کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منوّرہ کی آبادی کو وادیوں اور گھاٹیوں میں منتشر کر دیا [۲۲۶] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے دور علاقوں میں صحابہ کرامؓ کو اراضی عطا کی اور ساتھ میں یہ شرط بھی لگائی کہ وہ اُسے خود آباد کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے:

۲۲۴۔ مدنی معاشرہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں، ص ۸۲، ۸۳

۲۲۵۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۵۲

۲۲۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرعی منصوبہ بندی: ص ۱۰۲

من أحيا أرضا ميتة فهى له، وليس لِعِرْقٍ ظالمٍ حقٌ (۲۲۷)

جو شخص بنجر زمین کو آباد کرے وہ اُسی کی ہے اور جو شخص ظلم سے اُس پر تصرف کرے اس کو کچھ حق نہیں۔

سنن نسائی سے کی گئی ایک روایت میں آپ ﷺ نے اُن صحابہ کرامؓ کو افضل قرار دیا جو گھاٹیوں میں رہتے تھے۔ روایت کچھ یوں ہے:

أنّ رجلاً أتى رسول الله ﷺ، فقال: يا رسول الله ﷺ ! أيُّ النَّاسِ أفْضَل؟ قال: ''مَنْ جاهدَ بِنَفْسِه وَمَالِه فِيْ سَبِيْلِ الله'' قال: ''ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشعَاب يتقي الله ويَدْع النّاس مِنْ شَرِّه'' (۲۲۸)

ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ !لوگوں میں افضل کون ہے ؟آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ عرض کیا گیا پھر کون ؟آپ ﷺ نے فرمایا وہ مومن جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو، اپنے رب سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے

محمد اسلم ملک اس حدیث مبارکہ میں ذکر کردہ اُن مومنین کی جو گھاٹیوں میں رہتے ہیں، کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گھاٹیوں اور وادیوں میں رہنے والوں سے یہاں (حدیث مبارکہ میں) مراد وہ لوگ ہیں جو حکمِ رسول اللہ ﷺ کے تحت زرعی ترقی اور اقتصادی تعمیر میں اہم کام انجام دے رہے ہوتے ہیں۔ ان کے اس کام کو جہاد کے ہم پلہ قرار دے کر ان کے حوصلے بڑھائے گئے۔ کیوں کہ ان لوگوں کے لیے شہر رسول اللہ ﷺ اور صحبتِ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑنا آسان نہیں تھا۔ (۲۲۹)

۲۲۷۔ سنن ابي داود: ج ۴، ص ۶۷۰، کتاب الخراج والفيئ، باب في احياء الموات، حدیث نمبر ۳۰۷۳

۲۲۸۔ النسائي ۔احمد بن شعیب بن علی ۔ سنن النسائي ، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع ، رياض، سن اشاعت نامعلوم: ص ۴۷۹، کتاب الجهاد، باب فضل من يجاهد في سبيل الله بنفسه وماله، حدیث نمبر ۳۱۰۵

۲۲۹۔ رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی: ص ۹۴

جیسا کہ حضرت سلیطؓ کے واقعے میں ہمیں نظر آتا ہے۔ حضرت سلیطؓ جو ایک انصاری تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں آباد کاری کے لیے قطعہ زمین دیا یہ اپنی زمین پر قیام کر کے آیا کرتے تو انہیں پتہ چلتا کہ ان کی عدم موجودگی میں قرآن کا فلاں فلاں حصہ نازل ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں مسئلوں پر فیصلے سنائے۔ چناں چہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور درخواست کی کہ آپ ﷺ کے عنایت کردہ زمین نے مجھے آپ ﷺ کی صحبتوں سے محروم کر دیا اور مجھے کوئی ایسی چیز درکار نہیں جو آپ ﷺ کی صحبت سے مجھے محروم کر دے۔ اس لیے آپ مجھ سے یہ واپس لے لیں اور آپ ﷺ نے اُن سے یہ قطعہ زمین واپس لے لیا اور حضرت زبیرؓ کی درخواست پر انہیں یہ قطعہ زمین عنایت کر دیا۔[۲۳۰]

اس روایت سے یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ آباد کاری خود اپنے ہاتھوں سے کرنا ضروری تھا ورنہ آپ ﷺ حضرت سلیطؓ سے واپس قطعہ زمین نہ لیتے نہ ہی حضرت سلیطؓ کو وہاں قیام کرنا پڑتا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اور صحابہ کرامؓ جن کو اقطاع کیے گئے تھے اور وہ شہر سے دور بھی تھے تو کیا انہیں یہ مسئلہ درپیش نہیں آسکتا تھا۔ تو اس کا جواب اسی روایت میں ہی ہمیں مل جاتا ہے کہ حضرت سلیطؓ کے قطعہ واپس کرنے پر حضرت زبیرؓ نے اسے نبی کریم ﷺ سے مانگ لیا۔[۲۳۱] اور حضرت زبیرؓ سے مراد یہاں حضرت زبیر بن عوامؓ ہے جو کہ نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور یہ عشرہ مبشرہ میں شامل تھے اور آپ ﷺ نے انہیں اپنا حواری قرار دیا تھا۔[۲۳۲] ان کے ایمان کی مضبوطی پر تو کسی قسم کی دو رائے نہیں ہو سکتی۔ چناں چہ جو اصحاب قطعہ زمین کی آباد کاری میں مصروف ہوتے ان کی فضیلت میں کوئی کمی نہیں آتی تھی۔

اسی طرح حضرت سلمہؓ بن اکوع نے نبی کریم ﷺ سے دیہات میں رہنے کی اجازت طلب کی تھی اور آپ ﷺ کی اجازت سے دیہات میں رہتے تھے۔[۲۳۳]

حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے مسند امام احمد میں ایک حدیث مروی ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ گھاٹیوں اور دیہات میں رہنے کی ترغیب فرماتے تھے۔ حضرت سلمہؓ سے مروی ہے:

أنّ سلمة قدمَ المدينة فلقيه بُريدة بن الحصيب، فقال: ارْتدَدْتَ عَن

۲۳۰۔ کتاب الاموال: ج۱، ص۳۸۸، ۳۸۹

۲۳۱۔ ایضاً: ص۳۸۹

۲۳۲۔ الطبقات الکبریٰ: ج۳ص ۹۳، ۹۸

۲۳۳۔ الطبقات الکبریٰ: ج۵، ص۲۱۱

هجْرَتكَ يا سَلمَة، فقال: معاذَ الله إني فِي إذْن مِنْ رَسول الله ﷺ إنِّي سمعت رسول الله ﷺ يقول: ابدوا يا أسْلَم فتنسّموا الرياح واسكنُوْا الشعاب فقالوا: إنّا مَافُ يارسول الله ﷺ! أن يضرّنا ذلك في هجرتنا، قال: انتم مهاجرون حيث كنتُم[۲۳۴]

وہ ایک مرتبہ مدینہ منوّرہ آئے تو حضرت بریدہ بن حصیبؓ سے ملاقات ہوئی۔ وہ کہنے لگے اے سلمہ کیا تم اپنی ہجرت سے پیٹھ پھیر چکے ہو (کہ صحراء میں رہنا شروع کر دیا ہے) انہوں نے جواب دیا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے قبیلہ اسلم! دیہات میں رہو اور صاف ستھری آب وہوا پاؤ اور گھاٹیوں میں رہو۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں اس سے ہماری ہجرت کو نقصان نہ پہنچے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں بھی رہو گے مہاجر ہی رہو گے۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نہ صرف مدینہ شہر میں آباد کیا بل کہ دیہات اور دور دراز علاقوں میں رہنے کی بھی ترغیب دی، تاکہ آبادی کے پھیلاؤ میں توازن برقرار رہے اور شہر اور آباد علاقے وسیع ہوتے جائیں۔ جیسا بنو سلمہ کے متعلق تفصیل سے حدیث بیان کر چکے ہیں کہ بنو سلمہ اپنے دور کے مکانات چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اقامت اختیار کرنا چاہتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا کہ مدینہ کی وسعت میں کمی آئے اور اس کے کسی بھی حصے سے رہائش ترک کی جائے۔ کیوں کہ مدینہ کی آبادی کے وسیع ہونے اور پھیلاؤ سے جہاں آبادی کے بڑھنے کا اندیشہ دور ہوتا ہے وہیں دشمن پر رعب بھی پڑتا ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سلمہ سے کہا کہ اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے۔[۲۳۵] یعنی وہ جتنا چل کر آئیں گے اتنا ہی اُن کو ثواب ملے گا۔

اسی ضمن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مثال بھی پیش نظر رہنی چاہیے۔ وہ بھی مدینہ منوّرہ سے دور رہائش پذیر تھے۔ آپؓ کا گھر ہجرت کے شروع کے دنوں میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا

۲۳۴۔ مسند احمد بن حنبل: ج۶، ص۶۸۸، حدیث نمبر ۱۷۰۰۳، مسند المدنیین

۲۳۵۔ بخاری: ج۳، ص۲۳، کتاب فضائل المدینۃ، باب لا یدخل المدینۃ، حدیث نمبر ۱۸۸۱

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گھر اِقطاع کیا جس کا ذکر گزشتہ بحث میں ہم کر چکے ہیں۔ لیکن کچھ عرصے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ السنح منتقل ہوگئے اور وہاں سکونت اختیار کرلی اور کب منتقل ہوئے اس کے بارے میں پتہ نہیں چلتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سنح میں رہائش سے متعلق تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہونے سے قبل سنح میں رہائش پذیر تھے پھر مدینہ منورّہ منتقل ہوئے۔(۲۳۶) طبری مزید حضرت عائشہؓ کی روایت بیان کرتے ہیں:

كان منزل أبى بالسنح عند زوجته حبيبةابنة خارجة بن زيد بن أبى زهير من بنى الحارث ابن الخزرج، وكان قد حجّرعليه حجرة من سعف، فمازاد على ذلک وحتى تحول إلى منزله بالمدينة، وربما ركب على فرس له، وعليه إزاء ورداء ممشق، فيوافى المدينة فيصلى الصلوات بالنّاس، فاذاصلّى العشاء، رجع إلى أهله بالسنح، فكان يقيم يوم الجمعة صدرالنهار بالسنح (۲۳۷)

میرے والد سنح میں اپنی بیوی حبیبہ کے پاس رہتے تھے جو بنوحارث بنوخزج سے تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس مکان پر کھجور کی شاخوں سے ایک ہجرہ بنایا تھا۔ بیعتِ خلافت کے چھ مہینے تک آپؓ سنح ہی میں مقیم رہے اور ہر روز صبح کو مدینہ منورّہ پیدل آتے رہے۔ کبھی کبھی گھوڑے پر بھی آتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے گھر سنح کو واپس چلے جاتے اور جمعہ کو دن چڑھنے تک اپنے گھر السنح رہتے تھے۔

السنح کے مقام کے بارے میں رابع حسن ندوی جزیرۃ العرب میں رقم طراز ہیں:

۲۳۶۔ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر۔ تاریخ الرسل والملوک۔ دار المعارف، مصر سن اشاعت نامعلوم: ج۳، ص ۴۳۱

۲۳۷۔ ایضاً: ص ۴۳۲

قبا سے کچھ شمال مشرق میں واقع جگہ عوالی کہلاتی ہے۔ مدینہ منوّرہ کا یہ حصہ قدرے بلند سطح زمین رکھتا ہے۔ عوالی میں ہی سنح نامی جگہ تھی جہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مکان اور کارخانہ تھا۔ عوالی کا فاصلہ بھی مسجد نبوی ﷺ سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھا(۲۳۸)

اب یہاں یہ صراحت نہیں ہوتی کہ اس موضع میں یہ قطعہ انہوں نے خریدا تھا یا انہیں نبی کریم ﷺ کی طرف سے اِقطاع ہوا تھا۔

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی وادی عقیق میں رہائش پذیر تھے اور عقیق مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلے پر تھا۔(۲۳۹) لیکن یہاں پر بھی کسی بھی مصدر سے یہ وضاحت نہیں ملتی کہ انہیں یہ زمین اِقطاع کی گئی تھی یا انہوں نے خریدی تھی۔

قرین قیاس بات تو یہ ہے کہ ان بے آباد علاقوں کی آبادی پر نبی کریم ﷺ نے خاص توجہ فرمائی تھی۔ تو ہو سکتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی عطا کردہ اراضی ہو۔ اگر ایسا نہیں بھی تھا تو یہ آپ ﷺ کی ترغیب اور اجازت سے ہی ہوا ہوگا۔

ان مثالوں اور واقعات سے یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منوّرہ کے مضافات اور دور علاقوں میں رہنے کی اجازت فرمائی تھی اور مختلف صحابہ کرامؓ مختلف جگہوں پر رہائش پذیر تھے۔ ان میں سے بیشتر صحابہ کو آپ ﷺ نے ان علاقوں میں اِقطاع عنایت فرمائے تھے اور گزشتہ بحث میں آپ ﷺ کے دستاویزات کے مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے زیادہ آباد زمینوں کی نسبت چٹیل میدان، پہاڑی گھاٹیاں، بے آباد و افتادہ اراضی زیادہ تر اقطاع فرمائی جس کا مقصد ان کی آباد کاری اور ریاستِ مدینہ کی توسیع تھا۔ آپ ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے استحکام کے لیے جہاں بہت سی عملی اقدامات کیے وہاں اُن میں یہ منصوبہ بندی بھی ان عملی اقدامات کا اہم جز تھا کہ مسلمانوں کی آبادی کو پھیلانے کے لیے انہیں مدینہ منوّرہ کے اندرونی و بیرونی مضافات میں آباد کیا جائے۔ یہ آپ ﷺ کی بہترین سیاسی حکمت عملی تھی جس سے مسلمانوں کی آبادی اور بستیاں وسیع خطوں میں پھیلی جس سے آبادی کے بڑھنے میں بھی توازن پیدا ہوا اور اس کے ساتھ ہی دشمنوں پر دھاک

۲۳۸۔ جزیرۃ العرب: ص ۲۵۶

۲۳۹۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۳، ص ۱۳۷

بٹھانے اور رعب طاری کرنے کے لیے بھی ریاستِ مدینہ کے رقبے اور حدود کی توسیع ضروری تھی، تاکہ مسلمانوں کی عددی قوت میں اضافے کا دشمن پر اظہار ہو سکے۔

متعدّد قبائل کو دیے جانیوالے اِقطاع و عطایا کے نتائج و سیاسی اثرات

نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں ریاست قائم کی تو اس کے انتظامات اور اندرونی استحکام کے لیے ضروری اقدامات کے بعد ریاست کی حدود کی حفاظت اور دفاع کی طرف توجہ دی۔ آپ ﷺ کی انتہائی کوشش تھی کہ جنگ و جدل کی بہ جائے صلح و امن کا راستہ اختیار کیا جائے، تاکہ امن و سکون کی فضا میں دعوتِ حق کا کام بہ خوبی سرانجام دیا جا سکے، چناں چہ آپ ﷺ نے آس پاس کے پڑوسی قبائل سے حلیفانہ تعلقات استوار کیے اور معاہدات کے ذریعے انہیں اور ان کے علاقے کو اسلامی ریاست کے تابع بنایا۔ یہی وجہ تھی کہ ان حلیفانہ تعلقات کی حدود بڑھ کر جزیرۂ عرب کی سرحدوں تک پھیل گئی تھیں۔ اور وہ تمام قبائل جو دوسری اقوام کے تابع تھے اور عرب کے خلاف استعمال کیے جا رہے تھے وہ اب مسلمانوں کے حلیف بن گئے تھے اور مملکت اسلامیہ کے شہری بن کر دشمن اقوام کے خلاف اسلامی فوج کے دوش بدوش برسرِ پیکار ہوئے۔ جیساکہ قبیلہ جہنیہ کے افراد جنگِ بدر میں شریک ہوئے جس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

ان قبائل سے معاہدات اور حلیفانہ تعلقات استوار کرنے کے حوالے سے آپ ﷺ کے تدبر اور سیاسی بصیرت سے متعلق نعیم صدیقی لکھتے ہیں کہ

> معاہدات استوا کرنا اور حلیفانہ تعلقات قائم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا خصوصاً جب کہ مذہبی اختلافات موجود ہوں، سیاسی تعصّبات پیدا ہو جائیں اور درمیان میں کھلی کھلی مخالف طاقتیں مداخلت کر رہی ہوں اور معاملہ بالعموم اِن قبائل اور عناصر سے ہو جو سابق تعلقات نہ رکھنے کی وجہ سے بالکل اجنبی ہوں۔ اس کام کے لیے بڑی سیاسی مہارت کی ضروت ہوتی ہے۔ مخاطب کے حالات اور رجحانات کو دیکھنا، قوت کو پہنچانا، اس توازنِ قوت کو سمجھنا جو کسی خاص لمحے مختلف اجزائے معاشرہ کے درمیان کار فرما ہو۔ مخالف طاقتوں کے اثرات کا مطالعہ کرنا، شرائط کی وہ خاص درمیانی لکیر تلاش کر لینا جہاں تک کسی قبیلے یا عنصر کو لایا جا سکتا ہو اور پھر نفسیاتی لحاظ سے گفت و شنید میں اثر پیدا کرنا۔ ایسے

بے شمار لوازمات پورے کرنے پڑتے ہیں۔ واقعے یہ ہے کہ محسنِ انسانیت ﷺ نے اس دائرہ کار میں جس درجے کی بصیرت اور قائدانہ مہارت اور قابلیت کا نمونہ پیش کیا ہے اس کی مثال کہیں نہیں مل سکتی، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف حالات میں مختلف نوعیت کے معاہدات اور حلیفانہ تعلقات قائم کرتے ہوئے کسی بھی موقع پر نظریۂ حق، اپنے اخلاقی اصولوں اور سیاسی مرتبے کو ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچنے دیا۔ (۲۴۰)

چناں چہ نبی کریم ﷺ کے گئے تمام معاہدات اور اتحادات خواہ وہ فوجی، سیاسی یا اقتصادی کسی بھی نوعیت کے تھے وہ سب انتہائی فائدہ مند ثابت ہوئے۔ اس کے بعد جو علاقے متعلقہ قبائل کے اسلام لانے، اس کے ساتھ معاہدانہ تعلقات قائم کرنے اور اس کی سیاسی اطاعت قبول کرنے سے مدینہ منورّہ کی اسلامی حکومت کے زیرنگین آئے تھے ان تک دعوت پہنچانے اور ان کی تعلیم وتربیت کے لیے مؤثر انتظامات کیے گئے تھے۔ (۲۴۱) ان میں سے کچھ قبائل فوراً اسلام لے آئے، کچھ کے ساتھ صرف سیاسی معاہدات ہوئے لیکن بعد میں وہ سب بھی مذہبِ اسلام میں داخل ہوگئے۔ آپ ﷺ کا اصل مقصد بھی یہی تھا کیوں کہ اسی کے لیے تو آپ ﷺ کی بعث ہوئی تھی۔

ان قبائل سے معاہدات کا ایک سیاسی فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ یہ تمام قبائل ایسے مقامات اور شاہراہوں پر آباد تھے جو کہ عام طور پر قریشی تجارتی قافلوں وکاروانوں کی گزر گاہ تھی۔ جیسے کہ عیص، رابغ اور خرار۔ یہ علاقے مدینہ منورّہ کے جنوب مغرب میں ساحل کے قریب واقع تھے۔ قریش کے تجارتی کاروانوں کو شام ومصر آنے جانے کے لیے یہاں سے گزرنا پڑتا تھا۔ (۲۴۲) چناں چہ آپ ﷺ نے بہترین سیاسی حکمتِ عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان گزر گاہوں میں رہنے والے قبائل سے تعلقات استوار کیے، تاکہ مکہ معظّمہ پر ان گزر گاہوں پر بسنے والے قبائل کی مدد سے دباؤ ڈالا جاسکے اور یہ قبائل کسی بھی تصادم کی صورت میں مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی حمایت نہ کرسکے۔

ان قبائل کو مسلمانوں کے ساتھ ملانے اور مدینہ منورّہ کو ایک وحدت بنانے کے لیے آپ ﷺ نے بہت سی مہمات مختلف قبائل کی طرف روانہ کیں جن کا مقصد دوستانہ تعلقات کو فروغ

۲۴۰۔ نعیم صدیقی۔ محسن انسانیت۔ اسلامک پبلی کیشنز پرائیوٹ لمٹیڈ، لاہور ۱۹۸۸: ص ۴۹۲

۲۴۱۔ ایضاً: ص ۵۲۷، ۵۲۸

۲۴۲۔ حمید اللہ۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ دار الاشاعت کراچی ۲۰۰۳ء: ص ۲۷۸

دینا، مختلف قبائل سے مختلف نوعیت کے معاہدات کرنا تھا۔ جنہیں محدثین نے غزوات وسرایا میں شمار کیا۔ حال آں کہ وہ غیر حربی مہمیں تھیں ۔ (۲۴۳) صرف ایک مہم میں مشرکین کے قافلے سے مد بھیڑ ہوگئی تھی مگر قبیلہ جہنیہ کے سردار مجدی بن عمرو جو فریقین کا حلیف تھا اُس نے بیچ بچاؤ کرالیا۔ (۲۴۴) لیکن وہ بھی محض اتفاق تھا۔ جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ اس مہم کا مقصد لڑائی نہیں بل کہ قبائل سے تعلقات استوار کرنا تھا۔

ہجرت کے گیارہویں مہینے رسول اکرم ﷺ خود ودّان تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے مخشی بن عمرو الضمری جو کہ قبیلہ ضمرہ کا سردار تھا، سے مصالحت فرمائی اور معاہدہ فرمایا۔ (۲۴۵) پھر ربیع الاوّل میں آپ ﷺ بواط تشریف لے گئے۔ بواط ینبوع کے علاقے جہینیہ کے پہاڑی سلسلے میں علاقہ رضویٰ اور شام کے راستے کے متّصل ذی خیشب کے قریب واقع ہے۔ بواط اور مدینہ منوّرہ کے درمیان چار برد (اڑتالیس میل) کا فاصلہ ہے۔ (۲۴۶) آپ ﷺ نے بات چیت کے ذریعے ان لوگوں سے حلیفانہ تعلقات استوار فرمائے (۲۴۷) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انتہائی فراست اور تدبر سے مدینہ سے لے کر ینبوع کی بندر گاہ کے علاقے میں رہنے والے قبائل کو معاہدات کے ذریعے اپنے ساتھ ملالیا یا امان نامے دے کر اپنے اختیار کو منوالیا اور یا پھر انہیں قریش کی مدد واعانت سے روک کر غیر جانبدار بنادیا۔ قریش سے پہلی جنگ یعنی غزوۂ بدر سے تقریباً ڈھائی مہینے قبل اور منشورِ مدینہ کے چھ ماہ کے دوران یہ تمام کام طے پاگئے تھے۔ (۲۴۸)

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ خود بھی ان قبائل کے پاس تشریف لے گئے اور مہاجرین کے وفد کو بھی ان کے پاس مہمات کی صورت میں اچھی اور دوستانہ فضا پیدا کرنے کے لیے بھیجا، اس کے ساتھ ساتھ ان قبائل کی طرف سے وفود بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے لگے جن کی ابتدا ۵

۲۴۳۔ محاضرات سیرت: ص ۲۱

۲۴۴۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۲، ص ۶۔ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ج ۲، ص ۲۳۸

۲۴۵۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۲، ص ۷

۲۴۶۔ ایضاً ص: ۸

۲۴۷۔ منصور پوری، قاضی محمد سلیمان۔ رحمۃ للعالمین۔ مرکز الحرمین فیصل آباد ۲۰۰۷ء: ص ۱۲۱۔ محسن انسانیت، ص ۵۰۲

۲۴۸۔ نثار احمد، عہدِ نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقاء، نشریات لاہور، ۲۰۰۸ء ص ۱۸۴

ہجری سے ہوگئی تھی۔[۲۴۹] ان وفود کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت عزت افزائی کی اور انہیں اِقطاع وعطایا بھی گاہے بہ گاہے درخواست یا بغیر درخواست کے عطا فرمائے۔ ان جاگیروں اور عطایا سے یہ قبائل نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کے پابند ہوگئے بل کہ ان اِقطاع وعطایا سے ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور میل جول میں اضافہ ہوا۔ اور اس بڑھتے میل جول اور تعلقات کے نتیجے ہی میں یہ قبائل مجموعی حیثیت سے اسلامی تحریک کے علم بردار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار بن کر اُبھرے، صحابہ کرامؓ کے درجے پر فائز ہوئے اور ان کا اسلام بہترین ثابت ہوا۔

گزشتہ مباحث میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِقطاع سے متعلق دستاویزات کا بہ غور مطالعہ کیا جن میں وہ دستاویزات اور فرامین مبارک بھی شامل تھے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل اور ان کے سرداروں کو اجتماعی اور انفرادی طور پر جاگیریں اور عطایا عنایت فرمائے تھے۔ جس میں بعض کو ان ہی کے علاقوں کی ملکیت تفویض کی گئی تھی۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ قبائل اور ان کے علاقے سیاسی طور پر اسلامی ریاست کے دائرہ اختیار میں آگئے تھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت قبول کرلی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقدامات وسیع المقاصد ہوتے تھے اور یہاں پر بھی یہی معاملہ ہے۔ چوں کہ اس مقالے کا موضوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِقطاع وعطایا سے گے متعلق ہے اس لیے ہم اسی پہلو پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے ان سیاسی اثرات پر بحث کریں جو ان اِقطاع وعطایا کے عنایت کرنے سے مرتب ہوئے۔ ہم مزید اس پر بحث کریں گے کہ وہ کون سے قبائل تھے اور کن علاقوں میں واقع تھے جن کو یہ اِقطاع وعطایا عنایت ہوئے اور انہوں نے اسلام کے لیے کیا خدمات سرانجام دیں۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ان اِقطاع وعطایا کے ذریعے ان قبائل اور ان کے افراد کو فتح نہیں کیا گیا تھا نہ ہی یہ کسی قسم کی رشوت تھی بل کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی تھی اور ان کی عزت افزائی جس سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور جیسے کہ شروع میں بتایا گیا ہے کہ حلیفانہ تعلقات کے قائم کرنے میں ان کی تربیت واصلاح پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرپور توجہ دی اور صحابہ کرامؓ کو ان کے علاقوں میں بھیجتے رہے اور اسلام لانے کے بعد گاہے بہ گاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بہ

۲۴۹۔ الطبقات الکبری: ج۱، ص ۲۵۲

راہِ راست فیض یاب ہوتے رہے۔ اس صورت میں یہ دنیاوی مال ودولت ان کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہوں گے جب کہ کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سب کے آگے دنیا کے خزانے اور اس پر اقتدار کے راستے کھول دیے۔

الف۔ اِقطاع وعطایا پانے والے قبائل کا تعارف اور ان کی اسلامی خدمات

جیساکہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ریاستِ مدینہ کی وحدت اور اُسے دشمنوں کے حملوں سے بچانے کے لیے مدینہ منوّرہ کے اطراف میں پائے جانے والے قبائل سے حلیفانہ تعلقات استوار کیے اور سیاسی معاہدات بھی کیے اور اسی ضمن میں انہیں اِقطاع وعطایا سے بھی نوازا گیا، تالیف قلوب کے ذریعے ان قبائل اور ان کے سرداروں کے دلوں میں اسلام سے رغبت پیدا کی گئی تاکہ ان کے اسلام لانے سے مدینے کی ریاست کو وسعت دے کر جزیرۂ عرب کی سرحدوں تک بل کہ اس سے بھی باہر پہنچانا تھا جس میں آپ ﷺ کام یاب رہے تھے۔

اب ہم ان قبائل اور ان کے علاقائی محل وقوع کا تجزیہ کرتے ہیں، تاکہ ان علاقوں کی اہمیت واضح ہوسکے۔ نیز یہ بھی زیر بحث لائیں گے کہ ان قبائل نے مجموعی اور انفرادی طور پر اسلام کے لیے کس طرح کی خدمات سرانجام دیں اور ان سے کیا سیاسی فوائد حاصل ہوئے؟ اس ضمن میں ہم سب سے پہلے قبیلہ جہنیہ کا ذکر کریں گے۔

قبیلہ جہنیہ

قبیلہ جہنیہ مدینہ منوّرہ کے جنوب مغربی قبائل میں سے تھا۔[۲۵۰] قبیلہ جہنیہ قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ ہے جو بنو قحطان میں سے ہے۔[۲۵۱]

محل وقوع

جہنیہ جو کہ حجاز کا ایک عظیم قبیلہ تھا، مدینہ منوّرہ سے تین منزل کی مسافت پر ساحل سمندر کے

۲۵۰۔ Watt, W , Montgomery, Muhammad at Madinah Oxford University press, New York , Karachi, 1998, PP, 82.

۲۵۱۔ فرامین نبوی ﷺ: ص ۵۸۔ کمال، امدعاد۔ اٹلس فتوحات اسلامیہ۔ مترجم: محسن فارانی، دار السلام ریاض ۱۴۲۸ھ: ص ۶۹

قریب پہاڑی علاقے میں آباد تھا۔[۲۵۲] ان کی بستیاں ینبوع اور مدینے کے مابین آباد تھیں۔[۲۵۳] ہمدانی کے مطابق قبیلہ جہنیہ مدینہ منورۃ اور وادیٔ القریٰ میں واقع عیص کے مابین آباد تھے۔[۲۵۴] ان کے علاقوں میں تندد، یجال لظی اور وادیٔ غویٰ شامل تھے۔[۲۵۵] وادیٔ غویٰ کے متعلق ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہنیہ کی وادی کا نام غویٰ تھا جس کے معنی گم راہی کے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام غویٰ سے تبدیل کر کے رشد کر دیا تھا۔[۲۵۶] ان کے مشہور پہاڑ اشعر، اجرد اور بواط ہیں۔[۲۵۷] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہاڑ کوہ اشعر و کوہ اجرد کے لیے فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں جنہیں کوئی فتنہ روند نہیں پائے گا۔[۲۵۸]

جہنیہ سے سفارتی تعلقات

قبیلہ جہنیہ ان جنوب مغربی قبائل میں شامل ہے جنہوں نے مہاجرین اور انصار کے علاوہ ابتدا ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔[۲۵۹] جہنیہ کے تعلقات قبیلہ خزرج کے ساتھ اسلام سے قبل سے تھے یہ خزرج کے حلیف تھے۔ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد بھی جہنیہ کے لوگوں نے مدینہ والوں سے اپنے روابط رکھے اور ان کے تعلقات نہ صرف خزرج سے تھے بل کہ اوس اور مہاجرین سے بھی قائم ہو گئے تھے۔[۲۶۰]

جہینہ قبیلہ ان قبائل میں سے تھا جنہوں نے ابتدا ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حلیفانہ تعلقات قائم کیے، معاہدات کیے اور انہیں نبھایا بھی۔ قبیلہ جہنیہ کے ساتھ ساتھ اس کی ذیلی شاخوں کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ سے معاہدات کیے گئے اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امان نامے حاصل ہوئے۔ ان ذیلی شاخوں میں درج ذیل شامل ہیں:

۲۵۲۔ کحالہ، عمر رضا۔ معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ۔ موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۱۸ھ: ج ۱، ص ۲۱۴، حرف الجیم، مادہ جہینیہ

۲۵۳۔ ایضاً: ص ۲۱۶

۲۵۴۔ ایضاً: بحوالہ ہمدانی، صفۃ جزیرۃ العرب، ص ۱۳۰

۲۵۵۔ کحالہ، عمر رضا معجم قبائل العرب: ص ۲۱۶، ج ۱، حرف الجیم، مادہ جہنیہ

۲۵۶۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۸۷

۲۵۷۔ کحالۃ عمر رضا، معجم قبال العرب، ج ۱، ص ۲۱۶

۲۵۸۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۸۷

۲۵۹۔ Watt, W. Montgomery, Muhammad at Madina, PP, 82

۲۶۰۔ عہد نبوی میں ریاست وحکومت: ص ۱۳۳، ۱۳۴

۱- بنی زرعہ

۲- بنی الربعہ

۳- بنی اشجع

۴- بنی جرمز بن ربیعہ وغیرہ (۲۶۱)

ان سب کے ساتھ دوستانہ روابط اور جنگ میں حلیف رہنے کے معاہدات طے کیے گئے۔

قبیلہ جہنیہ کا اسلام

ہجرت کے دو تین برسوں میں پورا قبیلہ جہنیہ مسلمان ہوگیا تھا اور ان کے بہت سے افراد نے مسلمانوں کے ساتھ غزوات میں بھی شرکت کی۔ (جہنیہ قبیلے میں انفرادی اور اجتماعی قبول اسلام کا آغاز مدنی دور کی ابتدا ہی سے ہوگیا تھا۔ (۲۶۲)

قبیلہ جہنیہ کے ایک شخص عمرو بن مرہ جہنی جو کہ ایک نیک فطرت انسان تھے۔ ان کے متعلق ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو پھر انہوں نے جاکر اپنے قبیلے کو اسلام کی دعوت دی جو سوائے ایک شخص کے سب نے قبول کرلی تھی۔ (۲۶۳)

عمرو بن جہنی خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں اپنے قبیلہ کا وفد لے کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور ہماری درخواست پر ایک فرمان عطا فرمایا۔ (۲۶۴)

قبیلہ جہنیہ کے قطائع اور ان کا اسلامی ریاست کے ساتھ تعاون

قبیلہ جہنیہ دوسرے عرب قبائل کی بہ نسبت بہت پہلے اسلام میں داخل ہوگئے تھے۔ اور ایک ہزار کی جمعیّت نے مدینہ منورّہ میں آکر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنا تعاون پیش کیا، اور عملاً غزوات میں بھی حصہ لیا۔ غزوہ بدر جو ہجرت کے اُنیسویں ماہ میں لڑی گئی۔ (۲۶۵) اس میں بھی ان کے پانچ افراد کی شرکت کا ذکر ملتا ہے۔ ان جہنی صحابہ کرامؓ جو کہ بدری صحابہ میں سے تھے، کے نام تھے۔

۲۶۱۔ ایضاً

۲۶۲۔ الطبقات الکبری: ج۱، ص ۲۸۸

۲۶۳۔ رسالات نبویۃ ﷺ: ص ۲۲۸

۲۶۴۔ الطبقات الکبری: ج۲، ص ۱۱

۲۶۵۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام: ج۲، ص ۲۳۷

۱۔ حضرت کعب بن حمار بن ثعلبہؓ

۲۔ حضرت ضمرہ بن عمروؓ

۳۔ حضرت زیاد بن کعبؓ

۴۔ حضرت بسبس بن عمروؓ (۲۶۶)

۵۔ حضرت عدی بن ابی الزعباءؓ کا نام ابن سعد نے بیان کیا ہے۔ (۲۶۷)

نبی کریم ﷺ نے بدر کے موقع پر مشرکین کی خبر لانے کے لیے اپنے دو جاسوس آگے بھیجے اور یہ قبیلہ جہنیہ ہی کے افراد تھے۔ ایک حضرت بسبس بن عمروؓ تھے اور دوسرا حضرت عدی بن ابی الزعباءؓ۔ (۲۶۸) قبیلہ جہنیہ اور مسلمانوں کے مابین تعلقات اور معاملات روز بہ روز بہتر ہوتے گئے۔ جن کی توثیق اُن دستاویزات سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے اس قبیلے کے لیے اقطاع وعطایا عنایت کرنے اور انہیں امان دینے کا اظہار فرمایا۔ جیسے بنی شمخ یا شخ کو جو قبیلہ جہنیہ کی ذیلی شاخ تھی اُن کو ان کا پورا ''صفینہ'' علاقہ بہ طور جاگیر مستقل طور پر تفویض کیا گیا۔ (۲۶۹)

اسی طرح عمرو بن جہنی کو ان کے علاقے کی ملکیت عطا فرمائی۔ (۲۷۰) اور بنی جرمز بن ربیعہ کو اُن کے مال ودولت جو بہ حالت قبول اسلام وہ رکھتے تھے ان کی ملکیت تفویض کی (۲۷۱) کیوں کہ وہ علاقے جن میں آباد تھے اب اسلامی ریاست کا حصہ بن گئے تھے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے عوسجہ بن حرملہ جہنی کو ذی المرۃ عطا فرمایا۔ (۲۷۲) ذی المرۃ ایک وسیع جاگیر تھی جو ساحل کے قریب واقع تھی۔ قریشی کاروان یہی سے گزرتے تھے اور غالباً پہاڑی دشوار گزار علاقہ اور بہترین کمین گاہ تھا۔ صلح حدیبیہ کے شرائط کے تحت جب مکّی مسلمان مذہبی ایذا رسانی کے باوجود مدینہ میں پناہ گزین نہیں ہوسکتے تھے تو ایسے چند مظلوموں نے حضرت ابوبصیرؓ کی سرکردگی میں ذوالمرۃ ہی میں اپنی صف بندی کی اور قریشی قافلوں کو ہراساں کرنا شروع کردیا۔ (۲۷۳)

۲۶۶۔ الطبقات الکبری ج ۲، ص ۱۱

۲۶۷۔ ایضاً:

۲۶۸۔ الطبقات الکبری: جزء۱، ص ۲۳۴

۲۶۹۔ رسالات نبویہ ﷺ، ص ۲۲۸، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۶۵، وثیقہ نمبر ۱۵۷

۲۷۰۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۶۳، وثیقہ نمبر ۱۵۳

۲۷۱۔ الطبقات الکبری: ج ۱، ص ۲۳۴۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۶۳، وثیقہ نمبر ۱۵۴

۲۷۲۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی: ص ۲۸۲

۲۷۳۔ معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ: ج ۳، ص ۱۰۸۳، حرف المیم، مادہ مزینہ۔ فتوحات اسلامیہ، مترجم: حسن فارانی: ص ۷۰

یہی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ وہی علاقہ ہوگا جو حضرت عوسجہؓ کو تفویض کیا گیا تھا اور وہ ہی ان مسلمانوں کو وہاں رہنے کی سہولتیں فراہم اور مہیا کرتے ہوں گے۔ ان ہی کی مدد سے وہ قریش کے قافلوں کا راستہ بند کرتے تھے۔ قریش مکہ اس سے اتنے عاجز آگئے تھے کہ یہ شرط واپس لینے پر مجبور ہوگئے۔

مندرجہ بالا سطور میں جن اقطاع اور دستاویزات کا ذکر کیا گیا ہے۔ گزشتہ مباحث میں ان کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے اور باقاعدہ فصل ان کے متعلق تحریر کی گئی ہے۔

۲۔ بنو مزنیہ

بنو مزنیہ بھی اُن قبائل میں شامل تھی جن کے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات ابتدا ہی سے استوار ہوئے تھے۔ قبیلہ مزنیہ مضر کا بطن تھا جو کہ عدنانی قبیلہ تھا۔ یہ عمرو بن اُدّ بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نضرار بن معد بن عدنان کی اولاد تھے۔[۲۷۴] یہ بھی قبیلہ جہنیہ کی طرح مدینہ منورّہ کے جنوب مغربی قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔[۲۷۵]

یہ قبیلہ مدینہ منورّہ اور وادی القریٰ کے بیچ میں رہائش پذیر تھا۔[۲۷۶]

ڈاکٹر حمید اللہ ان کے علاقے کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> گمان ہوتا ہے کہ یہ (مزنیہ) مدینے کے مغرب میں ینبوع کے ساحل کے قریب رہتے تھے کیوں کہ اس قبیلے کا سردار (حضرت بلال مزنیؓ) کو قبیلہ کی کانیں جاگیر میں عطا ہوئی تھیں اور حال ہی میں ایک امریکی کمپنی قبیل نامی گاؤں میں ایک پرانی افتادہ کان میں جدید کھدائی کر کے دو سال تک سونا نکالتی رہی۔ اب سونا ختم ہو چکا ہے اور اس کے باعث قبیلے کی کان کو دوبارہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کان کے قریب ایک پرانے قبرستان میں ایک کتبہ بھی ملا ہے جس میں حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کی کان کی اس جاگیر کا پروانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کندہ تھا[۲۷۷]

۲۷۴۔ Watt, W. Montgomery, Muhammad at Madina, pp: 82.

۲۷۵۔ معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ: ج ۳، ص ۱۰۸۳، حرف المیم، مادہ مزینہ

۲۷۶۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی

۲۷۷۔ ایضاً: ص ۲۷۵، ۲۸۶

ڈاکٹر حمید اللہ مزید امام یوسف کے حوالے سے لکھتے ہیں:

امام ابو یوسفؒ نے قبلیہ کو فرع کی سمت میں لکھا ہے جو مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں ہے اگر جدید قبیل ہی "موضع قبلیہ" ہے اور امام ابو یوسفؒ کا بیان بھی اسی کے متعلق ہے تو پھر جہت اور مقام کا تعین ہو جاتا ہے[۲۷۸]

اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ قبیلہ اسی اہم تجارتی شاہراہ پر آباد تھا جو قریش کے مواصلات کی شہ رگ تھا۔[۲۷۹] ان کے علاقے اور بستیوں میں قیحہ، الرّوحا، عمق اور فرع شامل جب کہ ان کے پہاڑوں میں آرۃ، میطان، ورقان، قدس وآرۃ اور نہبان تھے۔[۲۸۰]

قبیلہ مزنیہ کی خدمات اور ان کے افراد کو ملنے والے قطائع

قبیلہ مزنیہ کو اسلام قبول کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ حلیفانہ تعلقات استوار کرنے میں مسابقت حاصل تھی۔ یہ ایک بڑا قبیلہ تھا جو مصر تک پہنچ کر قریش کے خاندان سے مل جاتا تھا۔ حضرت نعمان بن مقرنؓ مشہور صحابی جو فتح مکہ میں قبیلہ مزنیہ کے علم بردار تھے اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔[۲۸۱] ایک اور صحابی جن کا جاگیر کے حوالے سے کافی ذکر آچکا ہے یعنی حضرت بلال بن حارث مزنیؓ، وہ بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ اوس قبیلہ کے حلیف تھے۔ مآخذ سے ثابت ہوتا ہے کہ مزنیہ قبیلہ میں اسلام کی اشاعت ابتدا ہی میں شروع ہوگئی تھی اور ہجرت کے بعد گروہ در گروہ انہوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے بھی غزوات میں شرکت کی اور غزوہ اُحد میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے۔[۲۸۲]

طبقات ابن سعد میں ان کے وفد کا ذکر آیا ہے۔ قبیلہ مضر کا سب سے پہلا وفد جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ قبیلہ مزنیہ کے چار سو افراد پر مشتمل تھا۔ یہ وفد رجب ۵ ہجری میں

۲۷۸۔ ایضاً

۲۷۹۔ معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ، ج ۳، ص ۱۰۸۳، حرف المیم مادہ مزینہ

۲۸۰۔ نعمانی، شبلی، ندوی، سلیمان، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفایت اکیڈمی کراچی ۱۴۱۱ھ: ص ۲۷

۲۸۱۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۱۳۵

۲۸۲۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱ ص ۲۵۲

حاضر ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے مکانوں میں رہنے ہی کو ہجرت قرار دے دیا اور فرمایا کہ تم لوگ جہاں رہو مہاجر ہو لہٰذا تم لوگ اپنے مال متاع کی جانب واپس جاؤ۔ اس طرح وہ لوگ اپنے وطن واپس آگئے۔[۲۸۳]

مصادر سے سے ہمیں اس قبیلے کے ایک فرد یا سردار حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کا ذکر ملتا ہے جنہیں نبی کریم ﷺ کی طرف سے اِقطاع کیا گیا اور انہیں قبیلے کی کانیں بہ طور جاگیر عطا ہوئیں۔ زیر نظر مقالے میں اس اِقطاع کا ذکر کئی جگہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے اور گزشتہ مباحث میں اس جاگیر سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی نقل کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اس قبیلے کے کسی اور فرد کے حوالے سے اِقطاع کا ذکر مصادر میں نہیں ملا۔

حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کو جاگیر ملنے سے متعلق آپ ﷺ کے تین فرامین یا دستاویزات مصادر میں ملتی ہیں۔ جن میں آپؐ کو مختلف جاگیریں عطا کرنے کا حکم ملتا ہے۔ طبقات ابن سعد میں جو مکتوب ذکر ہوا ہے اس میں جو وسیع جاگیر انہیں عطا ہوئی وہ زرعی زمین تھی۔[۲۸۴] اس کے علاوہ ایک اور دستاویز ان کے قبیلے کے معادن اور نشیب کی زمین سے متعلق ہے۔[۲۸۵] اسی طرح تیسری دستاویز عقیق کا علاقہ اور اس کی پیداوار اِقطاع کرنے سے متعلق ہے۔[۲۸۶] یعنی حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کے رسول اللہ ﷺ نے اِقطاع عنایت کرنے کے تین فرمان عطا کیے تھے۔

ڈاکٹر حمید اللہ مزنی قبیلے کے اس سردار کے اِقطاع سے متعلق لکھتے ہیں:

> آں حضرت ﷺ نے اس علاقے کے ایک سردار کو ایک قیمتی جاگیر دے کر اس کا پابند کیا کہ قریشی آمد ورفت کو روکنے میں ہاتھ بٹائے[۲۸۷]

چوں کہ مزنیہ قبیلہ بھی جہنی قبیلے کی طرح ایسے علاقے میں آباد تھا، اور اسی علاقے میں ان کا اثر ورسوخ تھا جس راستے سے قریشی تجارتی قافلے گزرتے تھے اور آپ ﷺ نے ان ساحلی علاقوں پر بہت

۲۸۳۔ ایضاً: ص ۲۳۵

۲۸۴۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص ۲۶۹، وثیقہ نمبر ۱۶۳۔ رسالات نبویہ ﷺ، ص ۱۰۲

۲۸۵۔ نشاۃ الدولۃ الاسلامیۃ: ص ۲۵۸

۲۸۶۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی: ص ۲۸۶

۲۸۷۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۱۳۵

توجہ فرمائی تھی کیوں کہ سیاسی اور جغرافیائی لحاظ سے یہ خاص کلیدی مقامات تھے جن پر یہ قبائل آباد تھے۔ اس قبیلہ نے بھی غزوات میں آپ ﷺ کے دوش بہ دوش حصہ لیا اور مسلمانوں کی عددی قوت میں اضافہ کیا اور تعداد کے اعتبار سے فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ مزنیہ مسلمانوں کی دس ہزار کی فوج کا دسواں حصہ تھے۔ اس کے علاوہ غزوہ حنین وتبوک میں بھی اس قبیلے کا بڑا دستہ آپ ﷺ کے لشکر کا حصہ تھا۔[۲۸۸]

بنواشجع

بنواشجع بنوعطفان کی ذیلی شاخ میں سے تھا یہ بنوقیس بن عیلان سے تعلق رکھنے والا عدنانی قبیلہ تھا۔ ان کا شجرہ نسب اس طرح سے تھا:

بنواشجع بن ریث بن غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔[۲۸۹]

محل وقوع

اشجع مدینہ منورہ کے نواح میں آباد تھے۔[۲۹۰] ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق یہ قبیلہ قریش کے کاروانی اور تجارتی راستے پر مدینہ منورہ کے شمال میں آباد تھے۔[۲۹۱] قبیلہ اشجع کے اہم علاقوں میں ثالبۃ، مروراۃ، الصہبا، خبیت، البحر وغیرہ تھے۔[۲۹۲]

بنواشجع کے ساتھ تعلقات

بنواشجع مدینہ منورہ کے مشرقی قبائل میں سے تھا۔[۲۹۳] یہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔[۲۹۴] بنوغطفان کے اسلام کی مدتوں مخالفت کرنے کے باوجود اس کے ذیلی قبیلے بنواشجع نے سب سے پہلے

۲۸۸۔ معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ: ج۱، حرف الھمزہ، مادہ اشجع، ص ۲۹

۲۸۹۔ ایضاً:

۲۹۰۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی: ص ۲۸۶

۲۹۱۔ معجم قبائل العرب: ج۱، ص ۲۹ حرف الھمزہ مادہ اشجع

۲۹۲۔ Watt, W. Montgomery, Muhammad at Madina, pp: 87.

۲۹۳۔ معجم قبائل العرب القدیمۃ۔۔ ج۱، ص ۲۹، حرف الھمزہ، مادہ اشجع

۲۹۴۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت ص، ۱۴۴، ۱۴۵

اسلام قبول کیا۔ ان میں سے بعض افراد نے تو مکی عہد میں اسلام قبول کیا تھا۔ اسی قبیلے کے ایک فرد حضرت نعیم بن مسعود اشجعیؓ جو جنگ احزاب سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے اور ان کے قبیلے اور ان کے اتحادی مشرکین کو ان کے اسلام لانے کی خبر نہیں تھی، جنگ احزاب کا نقشہ ان ہی کی سیاسی حکمت عملی اور ہوش یاری سے پلٹا تھا اور انہوں نے دشمن کا اتحاد توڑا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے بنو قریظہ کو بھی عملی طور پر دشمن فوج سے ملنے سے روک دیا تھا۔ قبیلہ بنو اشجع کے دوسرے بااثر افراد جیسے عبداللہ بن نعیم، عوف بن مالک اور حسیل بن خارجہ کے اسلام لانے کا اثر ان کے قبیلے کے دوسرے افراد پر بھی پڑا تھا اور سب سے زیادہ اثر حضرت مسعود بن رخیلہ اشجعی کے اسلام لانے کا اثر ہوا اور ان کی وجہ سے ان کے خاندان نے اسلام قبول کیا۔ حضرت نعیم بن مسعود اشجعیؓ نے بھی اپنے قبیلے کے قبولِ اسلام میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ فتح مکہ کے اسلامی لشکر کے لیے بنو اشجع نے تین سو مسلح مجاہدین فراہم کیے اور غزوہ تبوک میں بھی خاصا بڑا دستہ تیار کیا اور بھیجا۔ (۲۹۵) غزوۂ حنین میں بھی انہوں نے حصہ لیا اور ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ (۲۹۶) مختصر یہ قبیلہ اسلام کا ایک مخلص اور تابعدار رکن بن گیا تھا۔

بنو اشجع سے معاہدہ

جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں بیان ہوا ہے کہ بنو اشجع ایسے علاقے میں آباد تھے جو قریش کے تجارتی شاہراہ سے متصل تھا۔ یہ قبیلہ کارواں سرائے کا کام کرتا تھا اور کاروانوں کی خدمت کر کے پیسے کماتا تھا۔ جب مسلمانوں کی دو تین سال کی جدوجہد موثر ثابت ہونے لگی اور ناکہ بندی سے تجارتی کاروانوں کی آمد ورفت رک گئی تو یہ قبیلہ بے روزگار ہو گیا۔ (۲۹۷) معاشی بحران سے یہ قبیلہ تنگ آکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور صلح کی درخواست کی اور معاہدہ استوار کیا۔ اس کے بعد یہ لوگ اسلام لے آئے تھے۔ (۲۹۸)

۲۹۵۔ معجم قبائل العرب: ج ۱، ص ۲۹، حرف الہمزہ مادہ وشع

۲۹۶۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی: ص ۲۸۶

۲۹۷۔ الطبقات الکبری: ج ۱، ص ۲۶۵

۲۹۸۔ ایضاً: ص ۲۳۶

بنواشجع کو کیے گئے اِقطاع

ہم نے گزشتہ بحث میں وثائق کے تحت خالد بن ہوذہ اور قبیلہ عامر بن عکرمہ کو دی جانے والی جاگیر اور وثیقے کا ذکر کیا تھا۔ (۲۹۹) ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق عامر بن عکرمہ قبیلہ بنواشجع کے رشتہ دار تھے (۳۰۰) یعنی اسی قبیلے کی شاخ میں سے تھے۔ اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے بنواشجع کے سردار نعیم بن مسعود بن رخیلہ اشجعی کے ساتھ خلفی معاہدہ کیا اور انہیں فرمان لکھ کر دیا۔ (۳۰۱) ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق قبیلہ اشجع کے انہی سردار کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے جاگیر بھی عطا کی گئی۔ (۳۰۲)

بنواشجع سے ہونے والے معاہدہ کے نتائج

اس قبیلے کے ساتھ تعلقات غزوۂ خندق کے سال استوار ہوئے تھے (۳۰۳) معرکۂ خندق سے پہلے کی سیاسی حکمت عملی کے تحت جو قریشی کاروانوں کی ناکہ بندی کی گئی تھی اس کے نتیجے مین نہ صرف قریش معاشی طور پر دباؤ کا شکار ہوگئے تھے بل کہ ایک اور قبیلہ صرف اسلامی ریاست کے تحت آ گیا بل کہ کچھ عرصہ میں مسلمان بھی ہوگیا۔ اس طرح سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ مسلمانوں کی عددی قوت اور سیاسی اثرورسوخ میں اضافہ سے آس پاس کے قبائل مسلمانوں کی امداد کو تیار ہوگئے اور پھر آپ ﷺ سے تعلقات استوار ہونے کے بعد آپ کے اخلاقِ کریمہ کی وجہ سے مسلمان ہوتے چلے گئے۔

بنواسلم

بنواسلم بنوخزاعہ کی ایک شاخ تھی جو مدینہ منورّہ کے مغربی قبائل میں سے تھا۔ (۳۰۴) یہ بھی قحطانی قبیلہ تھا۔ جس کا نسب یوں تھا: بنواسلم بن اَفصیٰ بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارث بن اُمروالقیس بن

۲۹۹۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی: ص ۲۸۷

۳۰۰۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۳۷

۳۰۱۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی: ص ۲۸۷

۳۰۲۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱ ص ۲۶۴

۳۰۳۔ Watt. W. Montgomery, Muhammad at Madina, PP: 81

۳۰۴۔ معجم القبائل العربیہ: ج ۱، ص ۲۶، باب الہمزہ مادہ اسلم

ثعلبہ بن مازن بن اُرد بن العوث بن بنت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔[۳۰۵]

محل وقوع

اس قبیلے کی جائے سکونت سے متعلق معجم القبائل العرب میں تحریر ہے کہ یہ مدینہ منورہ کے اعراض میں واقع ذات نخیل میں آباد تھے۔[۳۰۶] یاقوت حموی نے نخیل نام کے کئی مقامات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے دو مقامات جن پر ہم قیاس کرسکتے ہیں کہ یہ ہی ذات نخیل تھے ان میں سے ایک تو حضر موت میں واقع ایک جنگل ہے جسے نخیل کہتے ہیں دوسرا نخیل ایک چشمے کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے ۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ہوسکتا ہے یہ قبیلہ اسی چشمے کے قریب آباد ہو کیوں کہ اکثر قبائل پانی کے چشموں کے اردگرد رہائش اختیار کرتے تھے۔[۳۰۷]

بنو اسلم کی خدمات

بنو خزاعہ اور خصوصاً بنو اسلم مکی دور میں تبلیغ کے آغاز میں ہی غالباً ۶۱۵ء میں اسلام سے روشناس ہوچکے تھے اور حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے قبیلہ بنو غفار کے علاوہ بنو اسلم کو بھی اسلام سے متعارف کرایا۔[۳۰۸] یہ دونوں قبیلے اکٹھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا۔[۳۰۹] بنو اسلم کے کئی مسلمانوں نے غزوات میں بھی حصہ لیا۔ اسی طرح بنو اسلم سے تعلق رکھنے والے دو صحابہ کرامؓ نے جنگ میں مسلمانوں کے لیے جاسوسی کا کام بھی سرانجام دیا۔ غزوہ مریسیع میں حضرت بریدہ بن حصیبؓ[۳۱۰] اور غزوہ حنین میں حضرت عبداللہ بن حدردؓ نے[۳۱۱] مسلمانوں کے لیے

۳۰۵۔ معجم البلدان: ج۵، ص۲۷۸، حرف النون، مادہ نخیل

۳۰۶۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص۱۳۱

۳۰۷۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۳۰۵

۳۰۸۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص۱۳۱

۳۰۹۔ الطبقات الکبریٰ: ج۲، ص۵۹

۳۱۰۔ ایضاً: ص۱۳۹

۳۱۱۔ ایضاً: ج۱، ص۲۳۰۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ص۲۷۲، وثیقہ نمبر ۱۶۷

دشمن کی سرگرمیوں کا سراغ لگانے کا کام کیا۔ اسی طرح بنو اسلم نے مدینہ منوّرہ کی تعمیر و ترقی میں بڑا کردار ادا کیا اور مختلف مہموں میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔

اِقطاع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسلم کے ایک سردار حضرت حصین بن اوس اسلمیؓ کو جاگیر عنایت فرمائی۔ یہ اِقطاع فرغین وذات اعشاش پر مشتمل تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق متعدد اسلمی سرداروں کے نام "مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" کا ابن کثیر نے ذکر کیا ہے مگر ان کی عبارت درج نہیں کی جس کے باعث یہ کہنا مشکل ہے کہ ان میں کیا امور درج تھے۔[۳۱۲] یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ فرامین اِقطاع سے متعلق ہوں جو ان اسلمی قبیلے کے افراد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائے ہوں گے۔ بنو اسلام کے سردار کو جاگیر دینا اس قبیلے کے ساتھ حلیفانہ تعلقات کی محکمی دلیل اور اس سے متعلق علاقہ کا الحاق مدینہ منوّرہ سے ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

بنو سُلیم

بنو سلیم مدینہ منوّرہ کے مشرق میں آباد قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔[۳۱۳] یہ قیس بن عیلان کا ایک عظیم قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کا شجرۂ نسب سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے۔ اس طرح یہ عدنانی قبیلہ ہوا۔[۳۱۴]

محلِ وقوع

ان کی رہائش کے متعلق عمر رضا کحالہ نے معجم القبائل میں بیان کیا ہے کہ یہ قبیلہ خیبر کے قریب نجد کے بالائی علاقے میں رہائش پذیر تھے۔[۳۱۵] ابن سعد نے اس قبیلے کی رہائش کے متعلق لکھا ہے کہ بنو سلیم "بطن نخل" کی بائیں جانب "جموم" نامی جگہ میں آباد تھے۔ بطن نخل مدینہ منوّرہ سے چار برید کے

۳۱۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی: ص ۲۹۱

۳۱۳۔ Watt, W. Montgomery, Muhammad at Madina, pp: 81.

۳۱۴۔ معجم قبائل العرب: ج ۲، ص ۵۴۳، حرف السین مادہ سُلیم

۳۱۵۔ ایضاً

فاصلے پر واقع ایک بستی ہے۔ (۳۱۶) ان کے پہاڑوں میں شرورۃ، شعر، غار، برراء، ضمراءن، حمدان، اُخرم وغیرہ تھے۔ ان کے چشموں میں اُثال، بردۃ، فران،، وساحمابۃ وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ (۳۱۷)

بنوسلیم اور مسلمانوں کے روابط

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مشرقی علاقے میں آباد بنوسلیم کا قبیلہ بڑا اہم اور طاقت ور قبیلہ تھا۔ اسلام کے ساتھ اس قبیلے کا تعارف مکی عہد میں ہوا جب اس کے بعض افراد نے اسلام قبول کیا تھا۔ بیئرِ معونہ کے الم ناک واقعے نے بھی بنوسلیم کے گھرانوں میں بھی کم از کم افراد کی حد تک اسلام کی راہ ہموار کی تھی جس میں صحابہ کرامؓ نے ہنستے ہنستے راہِ خدا میں جان قربان کی تھی۔ (۳۱۸) جب غزوۂ احزاب ہوا تو مشرکین مکہ کے ساتھ متفرق قبائل کے اتحاد میں بنوسُلیم بھی شامل تھے اور مرّ الظہران میں دشمن لشکر کے ساتھ مل گئے جو بنوسلیم کے جنگجوؤں کی تعداد سات سو (۷۰۰) اور ان کا سردار سفیان بن شمس تھا جو حرب بن امیہ کا حلیف تھا۔ (۳۱۹) لیکن مسلمانوں کی جنگی حکمت عملی کی وجہ سے غزوۂ احزاب مسلمانوں کے ساتھ دشمن کا بہ راہ راست تصادم نہ ہو سکا اور بالآخر پندرہ دن کے محاصرے کے بعد یہ اتحادی لشکر واپس لوٹ گیا۔

بنوسُلیم کا مشرف بہ اسلام ہونا

بنوسلیم کے کافی لوگوں نے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصے میں اسلام قبول کیا تھا جن میں کچھ کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت الحجاج بن علاط سُلمیؓ، حضرت عباس بن مرداس سلمیؓ، حضرت عباس بن مرداس کے صاحبزادے جاھمۃ بن عباس سلمی، یزید بن اخنس سلمی، ضحاک بن سفیان بن حارث سلمی، عتبہ بن فرقد سلمی، خفاف بن عمیر بن حارث سلمی، ابن ابی العوجاء سلمی، العورد بن خالد بن حذیفہ سلمی، ہوذہ بن حارث سلمی، عرباض بن ساریہ سلمی اور ابوحصین سلمی رضی اللہ عنہما۔ (۳۲۰)

۳۱۶۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۲، ص ۸۳

۳۱۷۔ معجم قبائل العرب: ج ۲، ص ۵۴۴، حرف السین، مادہ سلیم

۳۱۸۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۱۴۰، ۱۴۱

۳۱۹۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۶۲

۳۲۰۔ ایضاً: ج ۵، ص ۱۵۷۔ ۱۶۷

بنو سلیم کے اسلام سے متعلق اور دو تین واقعات طبقات الکبیر میں موجود ہیں۔ بہر حال یہ امر طے ہے کہ فتح مکہ سے پہلے پہلے بنو سلیم مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے کیوں کہ فتح مکہ کے وقت بنو سلیم ایک بڑی فوج کے ساتھ اسلامی لشکر کا حصہ بنے ہوئے تھے۔

بنو سُلیم کے قطائع

گزشتہ مباحث میں ہم دستاویزات کے ضمن میں بنو سلیم کے افراد کو دیے گئے قطائع کی تفصیل بیان کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی کے مطابق بنو سلیم کے کم از کم بارہ حضرات کو نبی کریم ﷺ اِقطاع کر چکے ہیں [۳۲۱] اور کسی بھی قبیلے کے افراد جن کو جاگیر عنایت ہوئی ہے، یہ ان میں سب سے زیادہ تعداد ہے۔ دستاویزات میں ہم بنو سلیم کے جن افراد کی تفصیل بیان کر چکے ہیں، اُن کے صرف نام دوبارہ ذکر کرتے ہیں:

۱۔ حضرت سلمہ بن مالک بن ابی عامر السلمیؓ

۲۔ حضرت مجاعہ بن مرارہ السلمیؓ

۳۔ حضرت راشد بن عبداللہ السلمیؓ

۴۔ حضرت عباس بن مرداس السلمیؓ

۵۔ حضرت عتبہ بن مرقد السلمیؓ

۶۔ حضرت ہوذہ بن نبیشہ السلمیؓ

۷۔ حضرت اجب السلمیؓ

۸۔ حضرت حرام بن عبد عوف السلمیؓ۔

یہ وہ افراد ہیں جن کے متعلق نبی کریم ﷺ کے تحریری فرمان موجود ہیں کہ انہیں آپ ﷺ نے مختلف مقامات پر اِقطاع عنایت فرمائے ہیں۔ نیز اس قبیلے کو غزوہ حنین میں تالیف قلوب کی وجہ سے مالِ غنیمت میں بہت سے عطایا عنایت ہوئے ہیں۔

۳۲۱۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۱۴۳

بنوسلیم کی اسلام کے لیے خدمات اور سیاسی لحاظ سے اسکے اثرات

بنوسلیم اسلام سے روشناس ہونے کے بعد مخلص اور ثابت قدم مسلمان ثابت ہوئے اور اسلامی ریاست کی مختلف حیثیتوں سے خدمات انجام دیں۔ ۹ ہجری کے آغاز میں نبی کریم ﷺ نے بنوسلیم سے صدقات وصول کرنے کے لیے مرکزی عامل صدقات کو مقرر کیا تھا اور بنوسلیم کے لیے بڑی شرف کی بات ہے کہ پورے قبیلے نے بلا کسی تامل اپنے تمام صدقات فوراً ادا کر دیے تھے۔ (۳۲۲)

اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر بنوسلیم نے ایک ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر اسلامی فوج میں شامل ہوئے تھے اور جیش نبوی ﷺ میں شامل ہونے والی سب سے طاقتور قبائلی فوج بنی سلیم کی ہی تھی۔ بنوسلیم عسکری لحاظ سے ایک طاقتور قبیلہ تھا اور انہوں نے اپنی عددی قوت سے نبی کریم ﷺ کے لشکر کی شان بڑھائی تھی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سب سوار دستہ تھا اور فوجی نقطہ نظر سے کسی فوج میں سوار دستہ کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔

احمد باشمیل نے اپنی کتاب "فتح مکہ" میں ان سب واقعات کی بڑی خوبصورت منظرکشی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: مکہ کے راستے میں مارچ کرتے ہوئے جیشِ نبوی ﷺ کے ساتھ شامل ہونے والی سب سے بڑی طاقت ور فوج قبیلہ بنی سلیم کی تھی جس کی قیادت ان کا سردار اور شاعر حضرت عباس بن مرداسؓ کر رہا تھا اور یہی آخری قبائلی فوج تھی جو جیشِ نبوی ﷺ میں آکر شامل ہوئی جس سے جانبازوں کی تعداد دس ہزار مکمل ہوگئی۔ حضرت عباس بن مرداسؓ بنوسلیم کے پہاڑوں اور وادیوں میں سے ایک ہزار جانبازوں کی قیادت کرتا ہوا آیا۔ ان میں سے ایک شخص بھی پیدل نہیں تھا۔ سب کے سب گھڑ سوار تھے۔ بنوسلیم مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ سب کے سب آہن پوش اور اپنے نیزوں کو بلند کیے ہوئے تھے۔ وہ ہزار سوار نبی اکرم ﷺ کے لشکر گاہ میں آئے تو گھوڑوں کو دوڑاتے پھرتے تھے۔ وہ اپنے اُٹھے ہوئے نیزوں کے ساتھ ایک متحرک جنگل کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ ان کا یہ منظر حیرت انگیز تھا جو شاعر کو وجد میں لے آتا ہے اور اس منظر کی خوبصورتی میں بنوسلیم کے شہسواروں نے اضافہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوگئے۔ (۳۲۳)

۳۲۲۔ ایضاً: ص ۱۴۳

۳۲۳۔ باشمیل، محمد۔ فتح مکہ۔ مترجم: اختر فتح پوری، نفیس اکیڈمی، اردو بازار کراچی، ۱۹۸۴ء: ص ۱۶۴۔۱۶۵

رسول اللہ ﷺ ان کی عسکری قوت اور اس کے مظاہرے سے بہت خوش ہوئے، چناں چہ نبی کریم ﷺ نے قدید سے مکہ مارچ کرنے والی فوج کا ہراوّل دستہ انہیں کو مقرر کیا۔[۳۲۴] غزوۂ حنین کے بعد بنو ہوازن کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی۔ چوں کہ نبی کریم ﷺ کی رضائی والدہ حضرت حلیمہ کا تعلق قبیلہ ہوازن سے تھا، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے قیدیوں کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے سفارش کی تو مہاجرین انصار نے فوراً اُن کے قیدی رہا کر دیے اور بنو سلیم نے اپنے سردار عباس بن مرداس کے انکار کرنے کے باوجود آپ ﷺ کی سفارش پر اپنے حصہ کے قیدی رہا کر دیے۔[۳۲۵] غزوۂ حنین و محاصرہ طائف میں بھی ان کے فوجی دستے اسلامی فوج کا حصہ رہے اور غزوۂ تبوک میں بھی انہوں نے طاقت ور دستہ فراہم کیا۔[۳۲۶] غرض بنو سُلیم اسلام لانے کے بعد ایک مخلص مسلمان قبیلہ ثابت ہوا اور بعد کے پر آشوب حالات میں بھی اسلام پر ثابت قدم رہا۔

ہم نے گزشتہ صفحات میں ان چند قبائل کا تذکرہ کیا جنہیں نبی کریم ﷺ سے اِقطاع حاصل ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں اور اسلام کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور اسلام لانے کے بعد بہترین مسلمان قبیلے ثابت ہوئے۔ نیز ان کے ساتھ حلیفانہ تعلقات استوار کرنے سے سیاسی میدان میں بھی مسلمانوں کو بہت فوائد حاصل ہوئے، جس کی وجہ سے پورا سیاسی منظر نامہ ہی تبدیل ہوا جس کے نتیجے میں مسلمان جنگی محاذوں کے علاوہ کئی اور محاذوں میں بھی کام یاب ہوئے۔

عہدِ نبوی ﷺ کے اِقطاع وعطایا کے سیاسی اثرات کا تجزیہ

نبی کریم ﷺ نے مختلف افراد و قبائل کو یا اُن کے اُمرا کو مختلف اوقات میں اِقطاع وعطایا مرحمت فرمائے اور قبائل کے تالیفِ قلوب فرمائی۔ جس سے کئی قبائل کے ساتھ حلیفانہ تعلقات استوار ہونے کے ساتھ وہ سب مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ اس کے علاوہ بھی مدینہ منوّرہ ہجرت کے بعد صحابہ کرامؓ کی آبادکاری سے لے کر مدینہ منوّرہ کی ریاست کو وسیع خطوں میں پھیلانے تک آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو جاگیریں عنایت فرمائیں اور ان سب سے جو سیاسی اثرات مرتب ہوئے اور پھر ان سے جو نتائج رونما

۳۲۴۔ ایضاً: ص ۱۶۷

۳۲۵۔ سیرت حلبیہ (مترجم): ج ۵، ص ۳۸۵۔۳۸۸

۳۲۶۔ عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت: ص ۱۴۲

ہوئے، اُس سے سارا سیاسی منظرنامہ تبدیل ہو گیا۔ کہاں آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشرکین مکہ کے مظالم سے تنگ آکر مدینہ منورہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے اور کہاں کچھ ہی عرصہ میں مسلمان ایک ایسی قوت بن کر اُبھرے جس کی اپنی ایک منظم فوج تھی اور اس اسلامی ریاست کے قائد اور سربراہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ دس سال کے عرصے میں آپ ﷺ دس ہزار کی فوج لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور بغیر مسلح تصادم کے اُس فتح کیا۔ یہ بہت کم عرصے میں بہت بڑی کامیابی تھی جو آپ ﷺ کو حاصل ہوئی۔ یہ سب اُسی سیاسی حکمت عملی اور سیاسی تدبر سے حاصل ہوا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کی تھی۔

آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو ایک اسلامی ریاست بنانے اور اسے اندرونی و بیرونی طور پر مستحکم کرنے کے لیے کئی مؤثر اقدامات کیے، جو ہم سیرت کی کتابوں میں پڑھتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو سیاسی طور پر مستحکم اور کامیاب ریاست بنانے کے لیے کئی اہم اقدامات میں سے یہ بھی ایک اہم قدم تھا جو آپ ﷺ نے اُٹھایا اور اس سے بہترین نتائج حاصل کیے۔ ہم نے اسی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے گزشتہ صفحات میں ان پر بحث کی۔ اب ان سیاسی اثرات کو نکات کی صورت میں ذکر کرکے اس کا مختصراً تجزیہ کرتے ہیں۔ وہ نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ مہاجرین کی آبادکاری

ہمارے سامنے دنیا میں کتنے ہی واقعات رونما ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں مہاجرین کسی دوسرے ملک میں پناہ گزین ہوتے ہیں جس کے کئی محرکات ہوتے ہیں۔ کہیں لڑائی اور جنگ ہو رہی ہوتی ہے تو کہیں قدرتی آفات کی وجہ سے۔ یا کہیں اقلیتی قوموں کی نسل کشی کی جارہی ہوتی ہے تو لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ کے لیے آتے ہیں۔ ماضی قریب میں برما کے مسلمانوں کی نسل کشی کا واقعہ ہمارے سامنے ہے اور یہ بھی ہم نے دیکھا کہ برما کے مسلمان مہاجرین کو بنگلہ دیش نے اپنی سرحدوں میں داخل تک نہیں ہونے دیا۔ اس کی وجہ وہ مسائل بتائے جاتے ہیں جو اُن مہاجرین کی وجہ سے اُن کے ملک کو اُٹھانے پڑتے۔ اگر دیکھا جائے تو افغان جنگ میں افغان پناہ گزینوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ تھی جو پاکستان میں داخل ہوئے اور اب وہ مستقل بنیادوں پر یہی رہائش پذیر ہیں۔ یہاں تک کہ پشاور کے کئی علاقوں میں آپ کو افغان پناہ گزین پاکستانیوں سے زیادہ آباد نظر آئیں گے۔ ان

مہاجرین کی وجہ سے پاکستان کئی مسائل کا شکار ہوا۔ پاکستان کی معیشت اور معاشرت بل کہ سیاست پر بھی اس کے برے اثرات پڑے ہیں۔ دیکھا جائے تو یہاں دونوں صورتوں میں غلط اقدامات اُٹھائے گئے ہیں۔ بنگلہ دیش ایک مسلمان ملک ہے اُسے ہجرت مدینہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ان مسلمانوں کو پناہ دینی چاہیے تھی اور اگر معاشی دباؤ کے تناظر میں بھی دیکھا جائے جس کا بنگلہ دیش کو شکار ہونے کا خطرہ تھا تو وہ مسلمان تو خود برما میں اقلیت میں ہیں ان کی تعداد اتنی زیادہ نہیں تھی کہ بنگلہ دیش کی حکومت کو ان کا انتظام کرنے کی وجہ ان کی ملک کی معیشت پر کچھ بڑا فرق پڑتا۔

ترکی شام کے پناہ گزینوں کو پناہ دے رہا ہے اس کی مثال سامنے ہے۔ جہاں تک پاکستان کا افغان مہاجرین کو پناہ دینے اور مسائل کا شکار ہونے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ نہ اُن کے لیے کوئی مناسب نظام بنایا جاسکا اور نہ ہی ان کی آباد کاری کے لیے کوئی صحیح اور جامع حکمت عملی وضع کی گئی۔ پاکستان تو سوات آپریشن میں اپنے ہی ملک کے پناہ گزینوں کو صحیح طرح سے رہائش فراہم نہ کر سکا۔ وہ جس حال میں کیمپوں میں مقیم رہے ہر طرح کی بنیادی سہولتوں سے محروم رہے وہ ہم سب سے پوشیدہ نہیں۔ اس قسم کے حالات پر قابو پانے کے لیے ایک کام یاب حکمت عملی کی ضرورت ہوتی ہے جس کو عمل میں لاکر ملک کو درپیش مسائل سے کا سدباب کیا جاسکتا ہے اور ہر طرح کے نامساعد حالات کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے بعد مہاجرین کو مدینے میں آباد کرکے اس کی بہترین مثال پیش کی ہے کہ کس طرح ابتدا میں فوری طور پر مواخات کا نظام بنا کر مہاجرین کو معاشی سہارا فراہم کیا گیا، کیوں کہ ہجرتِ مدینہ کے بعد فوری طور پر ان کو جو مسئلہ درپیش تھا وہ ان کی رہائش کا نہ ہونا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مستقل بنیادوں پر مہاجرین کی رہائش کا بندوبست کیا۔ مدینے میں جو افتادہ اور بے آباد زمینیں تھیں انصار مدینہ نے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں دے دیں جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو رہائش کے لیے اِقطاع کیں جس کا ہم مفصل طور پر بیان کر چکے ہیں۔ یوں کچھ ہی عرصے میں مہاجرین وہاں اپنے گھروں میں منتقل ہو کر رہنے لگیں۔

۲۔ بڑھتی ہوئی آبادی کا سدِّباب

کسی بھی شہر اور ریاست کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ اس شہر یا ریاست کی آبادی ایک خاص حد سے تجاوز نہ ہونے پائے کیوں کہ بڑھتی ہوئی آبادی سے رہائش، خوراک وغیرہ جیسے بنیادی

سہولتوں کا فقدان پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ضروریات و سائل سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہیں جنہیں پورا کرنے حکومت کے بس سے باہر ہو جاتا ہے اور بے شمار سماجی اور معاشی مسائل سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بہترین حل بتایا ہے کہ جب آبادی ایک حد سے تجاوز کرنے لگے تو نیا شہر آباد کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا تھا:

إذابلغ البناء أي بالمدينة سلعًا فارتحل إلى شام[۳۲۷]

مدینہ منورّہ کی آبادی جب ایک خاص حد مقام تک پہنچ جائے تو تم اس کو چھوڑ کر شام چلے جانا

علامہ اقبالؒ جب ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے تو وہاں اٹلی کے سفارتی نمائندوں نے انہیں اٹلی آنے کی دعوت دی جو اقبالؒ نے قبول کرلی اور نومبر ۱۹۳۱ء کو وہ اٹلی تشریف لے گئے جہاں ۷ انومبر کو ان کی مسولینی جو اٹلی کا ڈکٹیٹر تھا اس سے ان کی مشہور ملاقات ہوئی۔ اس نے علامہ اقبال سے اپنی حکومت کے لیے تجاویز مانگی تو علامہ اقبالؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ان الفاظ میں بیان کیا:

"جب مدینہ منورّہ کی آبادی ایک حد سے تجاوز کر جائے تو مزید لوگوں کو آباد ہونے کی اجازت دینے کی بہ جائے دوسرا شہر آباد کیا جائے"

لہٰذا اُسے بھی شہروں کی آبادی حد سے بڑھنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے بل کہ انہیں دوسرے شہروں میں آباد کرنا چاہیے اور نئے شہر بسانے چاہییے کیوں کہ شہروں کی آبادی بڑھنے سے اخلاقی قدریں اور اقتصادی طاقت انحطاط پذیر ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور غیر اخلاقی سرگرمیاں ثقافت کے لیے خطرہ بن جاتی ہیں۔ یہ الفاظ سنتے ہی مسولینی چلا اُٹھا کیا:

What an excellant idea

کیا زبردست تصور ہے[۳۲۸]

۳۲۷۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی: ج۱، ص۱۱۹

۳۲۸۔ khudi.Pk/2011/06/20/iqbals-encounter-with-mussalini/

اصلاحی، سلطان احمد شہریت پسندی کا رجحان اور اسلام، سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، ش ۲ جلد ۱، علی گڑھ، اپریل، جون ۱۹۹۷، ص ۶۹

یہ زبردست تصوّر اور خیال ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے دیا بلکہ اس کی عملی تصویر بھی پیش کی۔ ریاستِ مدینہ میں جب مسلمان ہجرت کے فرض ہونے کی وجہ سے آنے لگے اور جب مدینہ منوّرہ پر آبادی کے دباؤ بڑھنے کا خطرہ منڈلانے لگا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منوّرہ کے نواح ومضافات میں اِقطاع عنایت فرمائے اور انہیں گھاٹیوں اور وادیوں میں آباد کردیا۔ مسلمانوں کی بستیاں وسیع خطوں تک پھیل گئیں اور غزوۂ احزاب کے بعد آنے والے مسلمان قبیلوں کو آپ ﷺ نے ان ہی علاقوں میں دوبارہ رہائش اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ جہاں بھی رہیں گے مہاجر ہی ہوں گے۔ یوں نبی کریم ﷺ نے بڑی دوراندیشی سے اس مسئلے سے دوچار ہونے سے پہلے اسے حل کرلیا۔

۳۔ ریاستِ مدینہ کی توسیع

نبی کریم ﷺ نے جو مواضعات اور مقامات اِقطاع کیے ان میں سے کچھ مدینے سے دور بیرونی کنارے واقع تھے، جیسے ازاما، شوّاق، دَہط، الصفراء وغیرہ۔ اسے آبادکاری کا توسیعی منصوبہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی آبادیاں اور بستیاں وسیع خطوں تک پھیل جائے۔ نیز آپ ﷺ نے مدینہ منوّرہ سے ینبوع تک کے علاقے میں آباد قبائل سے تعلقات استوار کیے اور معاہدات کرکے انہیں اپنے زیر اثر لائے اور بعد میں یہ سب قبائل مشرف بہ اسلام ہوگئے جس کی نتیجے میں یہ سب علاقے اسلام کے زیر اثر آتے گئے۔ بنومزنیہ اور بنوسلیم کو ان ہی کے علاقوں میں آباد رہنے دیا۔ جو صحابہ دور علاقوں میں آباد ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کے لیے گھاٹیوں میں رہنے کو آپ ﷺ نے جہاد کے بعد افضل ترین عمل کہا۔ بنوسلیم کے سردار حضرت عباس بن مرداسؓ کے بارے میں ابن سعد نے لکھا ہے کہ انہوں نے مکہ یا مدینہ میں کہیں بھی سکونت اختیار نہیں کی۔ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے اور پھر اپنی قوم کے علاقوں میں واپس چلے جاتے۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی مثال بھی ہم گزشتہ مباحث میں پیش کرچکے ہیں۔ غرض آپ ﷺ نے مدینہ کی آبادی کو وسعت اور بڑھانے کو پسند فرمایا۔ آپ ﷺ نے مدینہ کی وسعت میں کمی کو پسند نہیں فرماتے تھے، اسی لیے بنوسلمہ کے لوگوں کو ان ہی کے محلے میں رہنے کا حکم دیا کیوں کہ آبادی کی وسعت اور اظہار سے دشمن پر رعب طاری ہوتا ہے۔ جب قبائل آپ ﷺ کے حلیف بنے اور اسلامی بستیاں دور دور علاقوں میں آباد ہوتی گئیں تو مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے

سے آس پاس کے دوسرے قبائل آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امداد کو تیار ہو گئے۔ جیسے غزوہ اُحد کے لیے قریش نے پیش قدمی کی تو قبیلہ خزاعہ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک اطلاعات بہم پہنچائی۔ یہ سب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مثبت اقدامات اور تدبر کا نتیجہ تھا کہ دس سال کے عرصے میں مدینہ شہری ریاست سے ایک وسیع مملکت کا دارالسلطنت بن گیا۔

۴۔ قریش پر معاشی دباؤ

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ منوّرہ سے لے کر ینبوع کی بندرگاہ تک کے علاقے میں آباد قبائل سے سیاسی وحربی معاہدات کیے اور اُن سے حلیفانہ تعلقات استوار کیے۔ یہ قبائل ایسے علاقے میں آباد تھے جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے۔ اگر مکے والے شام، مصر یا عراق جانے چاہتے تو اسی راستے سے گزرتے تھے۔ اسی وجہ سے یہ راستے قریش کی معیشت کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتے تھے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی سیاسی حکمت عملی متعیّن کرتے ہوئے قریش پر اسی راستے سے معاشی دباؤ ڈالا اور ان راستوں پر، ان کی اہم شاہ راہوں پر آباد قبائل کی امداد سے ناکہ بندی کر کے ان کے راستوں میں رکاوٹ ڈالی۔ یہ حکمت عملی کارگر ثابت ہوئی اور قریش پر موٴثر معاشی دباؤ پڑنے لگا۔ غزوہ بدر کی شکست ان کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکی تھی جتنا اس بندش نے قریش کو نقصان پہنچایا۔

جنگ اُحد کے بعد نجد کے علاقے جو مدینہ منوّرہ کے مشرق میں تھے، قریش نے تکلیف دہ ہونے کے باوجود اسے متبادل راستے کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہاں بھی اپنے اثرات پھیلا دیے اور قریش کو معاشی طور پر مفلوج کرنے کے لیے۔ بالآخر قریش مسلمانوں کو ایک کمزور اور حقیر جماعت سمجھنے کے بہ جائے ایک قوت ماننے پر مجبور ہو گئے۔ یہ ایک بہت بڑی اور بہترین کام یابی تھی جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سیاسی محاذ پر حاصل ہوئی۔

جن قبائل نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امداد کی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مختلف اوقات میں انہیں اور ان کے امرا کو اِقطاع وعطایا نہایت فیاضی سے عطا فرمائے جن تفصیل گزر چکی ہے۔

۵۔ منتشر قبائل کو ایک مرکز کے تابع لانا

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ منوّرہ کو سیاسی اور ایک ہی مرکز پر متحد کرنے کے لیے مدینہ منوّرہ کے اندر اور آس پاس کے تمام قبائل سے روابط بڑھائے اور تعلقات استوار کیے۔ انہوں نے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بالادستی قبول کی۔ جب ان قبائل سے روابط بڑھے اور دعوت و تربیت کا کام جاری رہا تو آہستہ آہستہ یہ تمام قبائل بحیثیت مجموعی اور انفرادی طور پر بھی مشرف بہ اسلام ہوتے گئے اور اسلامی تحریک کے علم بردار بن گئے۔ اب وہ قبائل جو عہد جاہلیت میں عصبیت کی بنا پر صدیوں تک ایک دوسرے سے برسرپیکار رہے۔ جن کا تعلق آپس میں خون، نسل اور نسب کی بنیاد پر ہوتا تھا، وہ اب ایک مرکز کے نیچے متحد ہوگئے۔ اب وہ دنیا کے سامنے منتشر قبائل کے بہ جائے ایک مرکز کے نیچے متحد ایک ملتِ واحد بن کر اُبھریں۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے پر جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کارنامہ تھا جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی، نہ ہی ایسی کامیابی تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کو ملی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی حکمت عملی اور تدبر سے مدینہ منورّہ کی شہری ریاست کو مرکزی حیثیت دلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نے اپنا سیاسی، دفاعی، اور عدالتی لحاظ سے قائد اور سربراہ تسلیم کرلیا۔

۶۔ متعلقہ علاقوں اور مواضعات کا مدینے سے سیاسی طور پر الحاق

جب قبائل سے معاہدات طے پائے تو اصولی طور پر اُن کے متعلقہ علاقے اور اراضی بھی مدینہ منورّہ کی ریاست کا حصہ بن گئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بالادستی تسلیم کرنے کے ساتھ ہی ان قبائل کی زمینیں بھی سیاسی طور پر مدینہ منورّہ سے ملحق ہوچکی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض قبائل یا اُن کے امرا کو ان کے ہی اموال و جائیداد کی ملکیت تفویض کی گئی جو ان کے علاقوں کی مدینہ کے ساتھ سیاسی طور پر ملحق ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

۷۔ ریاست کے دفاع کے لیے حربی قوت میں اضافہ

مدینہ منورّہ جب اسلامی ریاست کی حیثیت سے اُبھرا تو اس کے دفاع اور تحفظ کے لیے ایک منظم فوج کی بھی ضرورت تھی، کیوں کہ مدینہ منورّہ ایک نئی اُبھرتی ہوئی ریاست تھی جو چاروں اطراف سے دشمن کے گھیراؤ میں تھی۔ ان خطرات کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی وعسکری تنظیم قائم کرنے کی کوشش کی اور آہستہ آہستہ متعدّد مرحلوں سے گزرتی مسلمانوں کی فوجی تنظیم وجود میں آئی اور ان کی اس طرح تربیت کی گئی تھی کہ بدر کے میدان میں اپنے سے تین گنا فوج کا انہوں نے جواں مردی سے مقابلہ کیا اور بالآخر اپنے سے طاقت ور فوج کو مات دی۔

دنیا میں اسلام کے ظہور سے قبل جاگیرداری نظام رائج تھا جس کے تحت بادشاہ اپنے امراء وسرداروں کو وسیع العریض جاگیریں عطا کرتا اور یہ سردار اُس کے عوض جنگ کے مواقع پر بادشاہ کو مسلح فوج مہیا کرتے تھے۔ بہ شمول تمام عسکری لوازمات کے ساتھ اور عام افراد پر یہ فوجی ذمے داری نہیں ہوتی تھی۔ جب کہ آپ ﷺ نے ہر لڑنے کے قابل مسلمان کو فوجی قرار دیا اور ان کی تربیت اس انداز سے کی کہ نظم وضبط سے ناآشنا اور ایک دوسرے کے جانی دشمن قوم ایک مستحکم، منظم اور مضبوط فوج بن گئی۔

آپ ﷺ کے دور میں ہر مسلمان مجاہد کا فرض تھا کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق جنگ کے لیے اسلحہ کا انتظام خود کرے۔ اُس دور میں شہ سوار، بہترین مسلح فوج کی علامت ہوتے تھے اور شہ سواروں کے ہتھیار بہترین ہتھیار سمجھے جاتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر بنو سلیم کے دستے کا واقعہ ہم تفصیل کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں جب ایک ہزار مسلح سواروں پر مشتمل دستہ آپ ﷺ کی فوج میں شامل تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی فوج کی عددی قوت میں اضافہ ان سب قبائل ہی کے تعاون وشمولیت سے ہوا، جیسے جیسے یہ سب قبائل اسلام سے روشناس ہوتے گئے اسلامی فوج میں اضافہ ہوتا گیا اور یہ ہر غزوہ، ہر سریہ اور ہر مہم میں شامل رہے اور کسی بھی قسم کی جانی اور مالی قربانی سے دریغ نہیں کی۔ آپ ﷺ نے بھی اِقطاع کے علاوہ مال غنیمت میں بھی ان قبائل کی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کی تالیف قلبی کے لیے بھی بہت سا عطایا انہیں مرحمت فرمایا۔